بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

زیر سرپرستی:
عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ
سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ
جولائی ۲۰۱۵ء
جلد نمبر ۳۹ شمارہ ۷

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی
نائب مدیر: محمد طفیل احمد مصباحی
منیجر: محمد محبوب عزیزی
تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی
مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی
مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی
مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور
اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY
Mubarakpur. Azamgarh
(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 20 روپے
سالانہ: 200 روپے

چیک اور ڈرافٹ
بنام
مدرسہ اشرفیہ
بنوائیں

کوڈ نمبر —— 05462
دفتر ماہنامہ اشرفیہ —— 250149
الجامعۃ الاشرفیہ —— 250092
دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلادیش، پاکستان، سالانہ
500 روپے
دیگر بیرونی ممالک
$ 20 امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ	فیس بک: دعوت وتبلیغ کا بہترین ذریعہ	محمد طفیل احمد مصباحی	(۳)

---تحقیقات---

علمی تحقیقی	شرح فقہ اکبر کے نازک مقامات	افتخار احمد عطاری مدنی	(۶)

---فقہیات---

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں....؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	(۱۳)

---نظریات---

فکر امروز	اجتہاد وتقلید واجب کیوں؟	محمد افتخار احمد مصباحی	(۱۵)
پس منظر	عقائد علماے چریاکوٹ	افروز احمد قادری چریاکوٹی	(۱۷)

---اسلامیات---

شعائر	زکات کے بنیادی مقاصد	حافظ محمد ہاشم قادری	(۲۲)
آئینۂ حق	امام بخاری اور صحیح بخاری کے ساتھ اہلِ حدیث کا رویہ	محمد اظہار النبی حسینی مصباحی	(۲۴)

---شخصیات---

انوارِ حیات	مرشدِ اعظم ہند احسن العلما مارہروی (چوتھی قسط)	مبارک حسین مصباحی	(۲۹)
آئینۂ زندگی	لمعات التنقیح: ایک مطالعہ (پہلی قسط)	مولانا صدر الوریٰ قادری مصباحی	(۳۴)

---سیاسیات---

آئینۂ وطن	نفقہ کا شرعی حکم اور سپریم کورٹ کے فیصلے (تیسری قسط)	مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی	(۴۰)

---ادبیات---

گوشۂ ادب	شاہ عبد العلیم آسی سکندر پوری	پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی	(۴۴)
نقد ونظر	امامِ عشق وعرفاں	مبصر: مولانا محمد عارف اللہ فیضی	(۴۸)
خیابان حرم	پیغامِ امروز	تحسین عالم تحسینؔ رضوی بھاگل پوری	(۵۰)

---مکتوبات---

صداے بازگشت	صابر سنبھلی، محمد زاہد علیمی، محمد اختر علی واجد القادری		(۵۱)

---سرگرمیاں---

خیر وخبر	عرسِ چہلم حضرت مفتی محمد حفیظ اللہ قادری مصباحی/علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں دوسری سالانہ تعلیمِ اسلام کانفرنس/جمشید پور میں امامِ اعظم کانفرنس/آل راجستھان سنی تعلیمی کانفرنس		(۵۳)

ادار یہ

فیس بُک
دعوت و تبلیغ کا بہترین ذریعہ

محمد طفیل احمد مصباحی

آئینِ نَو سے ڈرنا، طرزِ کہن پہ اَڑنا
منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

اب وہ زمانہ ختم گیا جب لوگ آئین نو سے ڈرتے تھے اور طرز کہن پہ اڑے رہتے تھے۔ آج لوگوں کی حالت ”در حیث دار الزمان“یعنی” چلوتم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی “ جیسی ہے۔”سوشل میڈیا“ نام کا دس سالہ بچہ اب جوان ہو چکا ہے اور اس نے پوری دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ اس جوان نے لاکھوں کروڑوں نوجوانوں کو اپنی زلف کا اسیر بنالیا ہے۔ آج کے نوجوان ”فیس بک“ کے حد درجہ شیدائی اور اس کے دامِ محبت میں بری طرح گرفتار ہیں۔

سوشل میڈیا سے مراد انٹرنیٹ بلاگز، سماجی رابطے کی ویب سائٹس، موبائل ایس ایم ایس، اپلی کیشنز اور دیگر سہولیات ہیں، جن کی بدولت خبریں اور عالمی معلومات منٹوں میں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچائی جاتی ہیں۔ فیس بک بھی سوشل میڈیا کی ایک قسم اور انٹرنیٹ کی ایک ہر دلعزیز اور مقبول ترین ویب سائٹ ہے۔ پرنٹ میڈیا اور الکٹرانک میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد معلومات کو عوام تک پہنچانے کے لیے سوشل میڈیا سائٹس مثلاً فیس بک، ٹوئیٹر، یوٹیوب، مائی اسپیس، ڈگ اور گوگل پلس وغیرہ سے جڑے ہوئے ہیں۔

”فیس بک“ جو آج لاکھوں کروڑوں جوان کے دلوں کی دھڑکن ہے، اس کی ابتدا ۲۰۰۴ء میں ہوئی۔ اس ضمن میں ۱۹۹۵ء میں ”کلاس میٹس ڈاٹ کام“ نامی ویب سائٹ سامنے آئی، جو خاص طور سے طلبہ کے لیے شروع کی گئی تھی۔ اس کے ایک سال بعد ” بولٹس ڈاٹ کام“ اور پھر اس کے ایک سال بعد ” ایشین ایوینو“ وغیرہ سائٹیں وجود میں آئیں۔ ۲۰۰۴ء میں ” آرکٹ “اور ” فیس بک “ کا کامیاب تجربہ ہوا اور دن بہ دن اس کی ترقی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ (روز نامہ راشٹریہ سہارا، یکم دسمبر ۲۰۱۳ء، لکھنؤ۔)

ہندوستان سمیت دیگر ایشیائی ممالک میں فیس بک شروع میں زیادہ کامیاب نہ ہو سکا، لیکن ۲۰۰۹ء کے بعد سے فیس بک میں ایسی حیرت انگیز ترقی ہوئی کہ ساری دنیا فیس بک پر سمٹ آئی اور آج حال یہ ہے کہ جدھر نظر دوڑایئے اُدھر آپ کو فیس بک کے جلوے نظر آئیں گے۔ آج فیس بک پر ایک ارب سے زیادہ اکاؤنٹس ہیں۔ اس سے آپ فیس بک کی اہمیت و مقبولیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس فیس بک نے دوست احباب سے رابطے کو نہایت آسان کر دیا اور ہزاروں بچھڑے ہوئے دوستوں کو آپس میں ملا دیا ہے۔

”فیس بک “ پر پیغام رسانی کے ساتھ چیٹ (Chat)، جاندار کی تصویروں کا تبادلہ اور شیئر کرنے (Share) کا کام بھی عظیم اور وسیع پیمانے پر ہو رہا ہے۔ فیس بک کو دعوت و تبلیغ کا ذریعہ بنانے سے پہلے شرعی نقطۂ نظر سے ” فیس بک “ کے استعمال کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے کس حد تک فیس بک کا استعمال جائز اور کس حد تک ناجائز ہے ؟

لیکن اس سے پہلے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں تاکہ فیس بک کا تعارف، اس کی حقیقت و مقبولیت اور طریقۂ کار کا اندازہ ہو سکے۔

فیس بک کیا ہے ؟

انٹرنیٹ کے ماہر جناب خورشید اقبال لکھتے ہیں:

”اس مشہور (مگر بدنام) ویب سائٹ کا نام تو آپ نے سنا ہوگا۔ یہ (فیس بک) ایک سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹ ہے۔ ایک حالیہ

رپورٹ کے مطابق آج فیس بک کے فعال ممبران کی تعداد ۸۰ ؍کروڑ سے زیادہ ہے۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ تعداد کتنی بڑی ہے۔ صرف چین اور ہندوستان کو چھوڑ کر دنیا کے کسی بھی ملک کی آبادی سے زیادہ انسان فیس بک کے شہری ہیں۔

تو آخر کیا ہے یہ فیس بک.......؟

لیکن اس سے قبل آپ کو یہ بتانا ضروری ہے کہ سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹ کیا ہے؟

سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس دراصل ایسی ویب سائٹس ہیں جن کے ممبر آپس میں پیغامات، تصاویر، ویڈیو اور دوسری فائلوں کا تبادلہ Real time میں کرسکتے ہیں۔ ایک دوسرے سے دوستی کرسکتے ہیں، مختلف موضوعات پر آپس میں بحث و مباحثہ کرسکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ آپ ان ویب سائٹس کو ایک مجازی کلب ہاؤس کہ لیں یا پھر گاؤں کی چوپال، جہاں لوگ آپس میں ایک دوسرے سے (مجازی طور پر) ملتے جلتے اور بات چیت کرتے ہیں۔

ایک سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹ اور ایک عام ویب سائٹ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ایک عام ویب سائٹ کا وزیٹر اس میں صرف اسی مواد کو دیکھ سکتا ہے جو اس ویب سائٹ کے موجد نے اس میں اپ لوڈ کیا ہوتا ہے۔ وہ خود سے اس میں کوئی اضافہ نہیں کرسکتا، جب کہ ایک سوشل نیٹ ورکنگ سائٹ کے ممبران جب چاہیں اس سائٹ میں اپنی طرف سے نیا مواد شامل کرسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ فیس بک کے ممبر ہیں تو آپ اپنی مرضی سے اس میں اپنی یا دوسروں کی تصاویر، آڈیو، ویڈیو یا کچھ اور شامل کرسکتے ہیں جنھیں دوسرے ممبر دیکھ سکیں گے۔

سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس کا سلسلہ بیسویں صدی کے اواخر میں شروع ہوا۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی (classmates.com) ہے جس میں ممبر اپنا پروفائل بناسکتے ہیں اور اس کی مدد سے اپنے اسکول یا کالج کے دوستوں کو ڈھونڈ کر رابطہ قائم کرسکتے ہیں۔

لیکن پہلی ویب سائٹ جسے حقیقی معنوں میں سوشل نیٹ ورکنگ سائٹ کہا جاسکتا ہے وہ تھی، 1997 میں قائم ہونے والی ویب سائٹ Sixdegrees.com۔ پھر اس کے بعد تو سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس کا ایک سلسلہ چل پڑا۔ 2002 میں Frindster، 2003 میں Linkedln، Myspace اور Hi5، 2004 میں Orkut اور Flickr، 2005 میں Ning, Bebo اور 2006 میں You Tube، Face Book اور Twitter اور 2011 میں Google Plus وغیرہ ویب سائٹس کا قیام عمل میں آیا۔ یہاں میں نے صرف انھیں سائٹس کا نام لکھا ہے جو بہت زیادہ مقبول ہیں، ورنہ اس قسم کی سائٹس کی فہرست کافی طویل ہے۔

گزشتہ برسوں میں مقبولیت کی دوڑ میں ایک دوسرے کو پیچھے چھوڑنے کی کوششوں میں مصروف یہ ویب سائٹس نمبرون کی چوٹی پر پہنچنے کے لیے نت نئے طریقے اختیار کرتی رہی ہیں، لیکن آخر کار فیس بک نے ان سب کو کافی پیچھے چھوڑ دیا۔

(Facebook) کی بنیاد Mark Zuckerberg نے 2004 میں اپنے کالج کے دوستوں کے ساتھ مل کر رکھی تھی۔ ابتدا میں یہ ویب سائٹ صرف ہارورڈ یونیورسٹی کے طلبہ وطالبات کے لیے مخصوص تھی لیکن جب 2006 میں اسے عام لوگوں کے لیے کھول دیا گیا تو ایک انقلاب آگیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ ویب سائٹ نمبرون سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹ بن گئی اور آج کی دنیا کا ہر آٹھواں آدمی فیس بک کا ممبر ہے۔ تو یہ تھا فیس بک کا ایک مختصر تعارف! (ماہنامہ اردو دنیا، شمارہ جنوری ۲۰۱۲ء، قومی کونسل اردو، دہلی)

فیس بک بذات خود رابطے کا ایک ذریعہ ہے، جو استعمال کرنے والوں کے لحاظ سے جائز اور ناجائز کوئی بھی کام انجام دے سکتا ہے۔ اگر فیس بک کا استعمال جائز امور (چیزوں) کے لیے کسی شرعی قباحت کی آمیزش کے بغیر ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز۔

خط وکتابت، اپنی بات دوسروں تک پہنچانا، اپنے دوستوں کی خبر خیریت دریافت کرنا، اپنے دین ومذہب کی تبلیغ، انٹرنیٹ پر اسلام وسنیت کے خلاف کیے گئے اعتراض کا سنجیدہ انداز میں جواب دینا وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں فیس بک کے ذریعہ انجام دی جاسکتی ہیں۔ اور یہ چیزیں فیس بک پر جائز ہیں اور فیس بک میں اس قدر محو اور مشغول ہوجانا کہ دیگر فرائض وواجبات چھوٹ جائیں، اس حد تک فیس بک کا استعمال جائز اور درست نہیں۔

کیوں کہ فیس بک میں اس حد تک محویت ومشغولیت یہ "لہو ولعب" میں داخل ہے۔ اور اسلام میں تین کھیل کے علاوہ ہر قسم کے لہو ولعب باطل اور ناجائز ہیں۔ لہٰذا فیس بک کی وہ تمام باتیں جو "لہو ولعب" کے زمرے میں آئیں گی، وہ بھی باطل اور ناجائز ہوں گی۔

حدیث پاک میں ہے:

كل شئي يلهو به الرجل باطل الا الرمى بقوسه و تاديبه فرسه و ملاعبته أهله، فإنهن من الحق.

(جامع ترمذی، حدیث: ۱۶۴۳، ج:۳، ص: ۲۳۸، دار الکتب العلمیه، بیروت.)

ترجمہ:- جتنی چیزوں سے آدمی لہو (کھیل) کرتا ہے، باطل ہیں۔ مگر کمان سے تیر چلانا، گھوڑے کو ادب دینا اور اپنی بیوی سے ملاعبت کہ یہ تینوں چیزیں حق ہیں۔

افسوس کا مقام ہے کہ آج " فیس بک " کا استعمال دینی ضرورت اور دنیاوی حاجت (مثلاً پیغام رسانی، تجارتی پبلسٹی وغیرہ) سے زیادہ " لہو ولعب " اور تضییع اوقات یعنی ٹائم پاس کرنے کے لیے ہورہا ہے۔ آئیے اس سلسلے میں شریعت مطہرہ کا حکم ملاحظہ کیجیے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ " لہو ولعب " سے متعلق لکھتے ہیں:

"مطلقاً کسی بھی کام میں مشغول ہونا" لہو ولعب " ہے، خواہ فی نفسہ وہ کام جائز ہو یا ناجائز۔ مثلاً اگر کوئی شخص نفل نماز، ذکر واذکار، تلاوت قرآن اور اس کے معانی کے اندر غور وفکر کرنے میں اس قدر محو اور مشغول ہو جائے کہ قصداً فرض نماز کا وقت نکل جائے تو وہ بھی لہو ہے۔ جب جائز چیزوں میں مشغولیت کا یہ حکم ہے تو پھر ناجائز چیزوں میں حد درجہ مشغولیت کا کیا حکم ہوگا؟(فتح الباری شرح البخاری، ج:۱۲، ص:۳۶۷، دار الفکر، بیروت.)

یعنی جب جائز کام میں مشغولیت اس حد تک بڑھ جائے کہ اس سے قصداً فرائض و واجبات چھوٹ جائیں تو یہ جائز کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ تو جو کام فی نفسہ ناجائز ہے، اس میں اس حد تک مشغولیت تو اور بڑا ناجائز کام ہوگا۔

ہدایہ میں ہے: الملاهي كلها حرام. (هدايه آخرين، ص: ۴۳۹، مجلس بركات، مبارك پور.)

یعنی ہر لہو ولعب ناجائز و حرام ہے۔

عام مشاہدہ ہے کہ ہمارے مسلم نوجوان " فیس بک " میں اس قدر مگن اور مشغول رہتے ہیں کہ قصداً فرائض و واجبات ترک کر دیتے ہیں۔ لہٰذا اس حد تک فیس بک میں مشغولیت اور انہماک و اشتغال ناجائز ہوگا۔

فتاویٰ عالم گیری میں ہے: وكل لهو حرام بالإجماع. (فتاوى عالم گيرى، ج:۵، ص: ۳۵۲، زكريا بك ڈپو، ديو بند.)

ترجمہ:- ہر لہو ولعب بالاجماع حرام ہے۔

دعوت و تبلیغ کے طریقے اور تقاضے ہر دور میں بدلتے رہے اور بدلتے رہیں گے۔ اسلام وسنیت کی ترویج و اشاعت میں اس وقت انٹرنیٹ کو ایک مؤثر مستحکم اور انقلاب آفریں ذریعہ مانا جا رہا ہے اور زمینی سچائی بھی یہی ہے کہ انٹرنیٹ موجودہ برقی ذرائع ابلاغ میں افکار و نظریات کی تبلیغ و ترسیل کے حوالے سے ایک مضبوط ہتھیار ہے۔ انٹرنیٹ اور دیگر سوشل میڈیا کا سہارا لیے بغیر دین و مذہب کے فروغ و استحکام کا خواب دیکھنا بے سود اور دانش مندی کے خلاف ہے۔ دعوت و تبلیغ کو موثر بنانے کے لیے حکمت و مصلحت اور موعظت تینوں ضروری ہیں۔ حکمت و مصلحت کا تقاضا اور حالات کا جبری مطالبہ ہے کہ دعوت و تبلیغ کے کارواں کو آگے بڑھانے کے لیے انٹرنیٹ کو ہراول دستے کے طور پر استعمال کیا جائے، تاکہ ہمارا دعوتی کارواں تیز گام اور منزلِ مقصود تک رسائی حاصل کر سکے۔

انٹرنیٹ کی مقبول ترین اور ہر دل عزیز ویب سائٹس "فیس بک" بھی دعوت و تبلیغ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعے بھی دعوت و تبلیغ کا کام انجام دیا جا سکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ شرعی ہدایات کی پاسداری ملحوظ رکھی جائے اور کسی شرعی قباحت کی آمیزش کے بغیر محتاط طریقے پر اس کا استعمال کیا جائے۔ آج فیس بک استعمال کرنے والوں میں ایک اچھی خاصی تعداد باصلاحیت علمائے کرام کی ہے۔ اگر وہ چاہیں تو اسلامی احکام و مسائل، اہل سنت کے عقائد معمولات اور دینی تعلیمات فیس بک پر نشر اور شیئر (Share) کر کے دین و مذہب کی تبلیغ کا مقدس فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔

لہٰذا فیس بک استعمال کرنے والے ہمارے علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ اپنے فرینڈ لسٹ میں موجود نوجوان طبقہ کو دین و شریعت کے احکام و تعلیمات سے آگاہ کریں اور روزانہ کم از کم ایک دینی و شرعی مسئلہ نوجوانوں کو ضرور بتائیں۔

الحمد للہ! راقم الحروف فیس بک پر یہ خدمت انجام دے کر بہت سارے دوست و احباب سے دعائیں لے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دینِ متین کا سچا خادم بنائے۔ ☆☆☆☆

علمی تحقیق

شرح فقہ اکبر کے نازک مقامات

افتخار احمد عطاری مدنی

شرح فقہ اکبر (از ملا علی قاری) جامعات المدینہ نیز تنظیم المدارس کے درجہ سابعہ کے نصاب میں شامل ہے۔ اسی لیے چند ماہ قبل المدینۃ العلمیہ نے شرح فقہ اکبر کو مکتبۃ المدینہ سے شائع کروانے کا ارادہ کیا۔ اس کتاب پر شعبہ درسی کتب نے کام کیا لیکن کام کے دوران کتاب کے چند ایسے مقامات سامنے آئے جن میں شرعی اغلاط تھیں۔ چنانچہ ایسے مقامات پر فتاوی رضویہ و دیگر کتب سے حاشیہ لگا کر واضح کر دیا گیا نیز صحیح مسئلہ و موقف بھی بیان کر دیا گیا جیسا کہ علمیہ کا اسلوب ہے۔ کتاب چھپنے کے لیے پریس چلی گئی اور اس بات کو چند ماہ گزر گئے۔ لیکن مجلس علمیہ کی یہ عادت ہے کہ وقتاً فوقتاً کام کے حوالے سے پوچھ گچھ رکھتی ہے کہ کس کتاب پر کیا کام ہوا یا ہو رہا ہے وغیرہ لہٰذا آج سے دو تین دن پہلے میرا مجلس کے ساتھ بیٹھنا ہوا تو مجلس نے کام کے بارے میں پوچھا، میں نے تمام کارکردگی پیش کر دی۔ اسی دوران شرح فقہ اکبر کے بارے میں بھی بات چلی تو فقیر نے اس کے بارے میں بھی مختصر اً بتایا لیکن جب مجلس کو پتا چلا کہ ہم نے اس کتاب کی متعدّد شرعی اغلاط کو درست کیا ہے حتی کہ وہ اغلاط جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے دَور سے چلی آ رہی ہیں انکی بھی تصحیح کر دی گئی ہے نیز متن کی تصحیح میں حتی الامکان کافی توجہ دی گئی ہے تو نگران مجلس المدینۃ العلمیہ و رکن شوری جناب مولانا محمد شاہد عطاری مدنی نے ارشاد فرمایا کہ جو کام آپ نے کیا ہے اگر اس کا کچھ تعارف ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو آپ کا کام ایک نظر میں سامنے آجائے گا اور ہم اسے کسی ماہنامے یا شمارے میں شائع کر دیں گے۔ چنانچہ مجھے بھی اس کی افادیت کا اندازہ ہو گیا کہ اسطرح اہل علم حضرات تک ہم صحیح دینی مواد پہنچا سکیں گے نیز دعوت اسلامی اور اعلیٰ حضرت کا نام مبارک مزید روشن کر سکیں گے۔ الغرض انھوں نے اس بات کا اصرار بھی کیا اور ترغیب بھی دلائی، ان کی اسی ترغیب کے سبب "شرح فقہ اکبر پر علمیہ کے کام" کے سلسلے میں کچھ لکھنے کا قصد کیا۔ اہل علم و فن بالخصوص علمائے کرام سے گزارش ہے کہ اگر اس میں کوئی کوتاہی ہو تو ضرور مطلع فرمائیں۔ انسان بہر حال خطا کا پتلا ہے غلطی کا امکان پھر بھی باقی ہے۔ واللہ المستعان و علیہ التکلان۔

شرح فقہ اکبر پر مختلف زاویوں سے کام کیا گیا ہے لیکن اس کام میں سے چند مقامات کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ غیر اللہ پر لفظِ قیوم کے اطلاق کو جائز لکھا تھا ہم نے ثابت کیا کہ یہ ناجائز ہے اور کتاب میں یہ عبارت الحاق ہے۔

۲۔ لکھا تھا کہ "یہ جائز نہیں کہ ابن ملجم کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور ابو لؤلؤ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل کہا جائے کیوں کہ ان کا قاتل ہونا تواتر ویقین سے ثابت نہیں"۔ ہم نے اسے درست کر دیا اور لکھا: جی ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی کو اور ابو لؤلؤ نے حضرت عمر کو قتل کیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)، کیوں کہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے۔

۳۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں والدینِ کریمین کے عدمِ ایمان کا قول کیا ہے۔ اور اس کی بنیاد امام اعظم کی اس عبارت پر رکھی: (ووالدا رسول الله صلی اللہ علیہ والہ وسلم ماتا على الكفر) (الفقه الاكبر)، لیکن ہم نے ثابت کیا ہے کہ یہ عبارت امامِ اعظم کی نہیں، مزید برآں ملا علی قاری کا اپنے موقف سے رجوع ثابت کیا۔

۴۔ سید المکاشفین شیخ ابن عربی (متوفی ۶۳۸ھ) جلیل القدر ولی و صوفی بزرگ گذرے ہیں لیکن ملا علی قاری نے غلطی کی بنا پر ان کا رد کیا اور کہا کہ یہ قبولِ ایمانِ فرعون کے قائل ہیں۔ ہم نے ثابت کیا کہ ایسا نہیں ہے۔

پہلی مثال

شرح فقہ اکبر میں ہے: (فما سمّی به الربّ نفسه وسمّی به مخلوقاتِه مِثل الحيّ والقيّوم والعليم والقدير، أو سمّى به بعضَ صفاتِ عبادِه، فنحن نعقل بقلوبنا معاني هذه الأسماء في حق الله.....إلخ) (۱)

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ بعض اسما ایسے ہیں جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات پر بھی کیا ہے اور ان سے بندوں کو بھی موسوم

فرمایا ہے جیسے حی، قیوم، علیم، قدیر۔ تو ایسے اسما کے معانی کو ہم اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے حق میں دل سے تسلیم کرتے ہیں لیکن فرق کے ساتھ یعنی اللہ بھی حی ہے اور بندہ بھی لیکن اللہ خود سے حی ہے اور بندہ خدا کے بنائے سے، اللہ ازل سے حی ہے اور ابد تک لیکن بندہ حادث اور فانی ہے۔ وعلی هذا القياس البواقي الى فروق كثيرة۔

لیکن شرح فقہ اکبر کی مذکورہ عبارت میں ایک فحش غلطی ہے جس کی وجہ آگے آ رہی ہے۔ غلطی یہ ہے کہ اس عبارت میں غیر اللہ پر لفظ (قیوم) کے اطلاق کو جائز کہا گیا ہے حالاں کہ یہ جائز نہیں۔ ہمارے موقف کی تائید اعلیٰ حضرت کی اس عبارت سے ہوتی ہے۔

"ہماری نظر میں ہیں وہ کلمات جو اکابر اولیا سے گزر کر اکابر علمائے معتمدین مثل امام ابن حجر مکی و ملا علی قاری وغیرہما کی کتب مطبوعہ میں پائے جاتے ہیں، اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ الحاقی ہیں، ایک ہلکی نظیر ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۴ پر ہے:

ماسمى به الرب نفسه وسمى به مخلوقاته مثل الحى والقيوم والعليم والقدير[۲]۔

نام کہ رب تعالیٰ نے اپنے لیے اور مخلوق کے لیے مقرر فرمائے وہ مثل حی، قیوم، علیم، قدیر ہیں۔ (ت)

اس میں مخلوقات پر قیوم کے اطلاق کا جواز ہے حالاں کہ ائمہ فرماتے ہیں کہ غیر خدا کو قیوم کہنا کفر ہے۔

مجمع الانہر میں ہے: اذا اطلق على المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقيوم والرحمٰن وغيرها يكفر[۳]۔

جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں میں سے کسی نام کا اطلاق مخلوق پر کرے، جیسے قدوس، قیوم اور رحمٰن وغیرہ تو وہ کافر ہو جائے گا۔ (ت)

اسی طرح اور کتابوں میں ہے۔ حتیٰ کہ خود اسی شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۴۵ میں ہے:

من قال لمخلوق يا قدوس اوالقيوم او الرحمٰن كفر (٤)۔

جو کسی مخلوق کو قدوس یا قیوم یا رحمٰن کہے کافر ہو جائے۔

پھر کیوں کر مان سکتے ہیں کہ وہ صفحہ ۷۴ کی عبارت علی قاری کی ہے ضرور الحاق ہے۔" (فتاوی رضویہ ۱۵/۵۶۰)

شرح فقہ اکبر پر کام کے دوران جب ہم اس مقام پر پہنچے تو ہم نے حاشیہ لگا کر عبارت کے سقم کو ظاہر کر دیا۔ فلله الحمد.

دوسری مثال

شرح فقہ اکبر میں ہے: بل لا يجوز أن يقال إن ابن ملجم قتل عليا رضى الله عنه ولا أبو لؤلؤة قتل عمر رضى الله عنه فإن ذلك لم يثبت متواترا(۵)

اس عبارت میں بھی ایک فحش غلطی ہے کہ جائز کو ناجائز لکھ دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ:

(یہ جائز نہیں کہ ابن ملجم کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور ابو لؤلؤ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل کہا جائے کیوں کہ ان کا قاتل ہونا تواتر ویقین سے ثابت نہیں)

حالاں کہ صحیح عبارت یہ ہے: نعم يجوز أن يقال: قتل ابن ملجم عليا رضى الله عنه وقتل أبو لؤلؤة عمر رضى الله عنه، فإنّ ذلك ثبت متواترا.

یعنی جی ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم نے حضرت علی کو اور ابو لؤلؤ نے حضرت عمر کو قتل کیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)، کیوں کہ یہ بات تواتر سے ثابت ہے۔ اب اس کی دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیلِ اول: امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

وقع هاهنا فى نسخة شرح الفقه الأكبر الشائعة فى بلادنا تحريف شديد فنُقل فيها لفظ الإحياء هكذا: "بل لايجوز أن يقال إن ابن ملجم قتل عليا ولا أبو لؤلؤ قتل عمر فإنّ ذلك لم يثبت متواترا۔اهـ"، وهو باطل صريح كما لا يخفى، والصواب ما نقلتُ فليتنبه۔ (الزمزمة القُمرية، ص:۲۷)

اعلیٰ حضرت کے اس قول سے پتا چلا کہ عبارت میں تحریف ہوئی ہے۔ نوٹ: اعلیٰ حضرت نے جو صحیح عبارت بیان فرمائی وہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

دلیلِ ثانی: شرح فقہ اکبر میں احیاء العلوم کی جس عبارت کا تذکرہ کیا گیا ہے اسے اگر احیاء العلوم میں دیکھا جائے تو اس طرح ہے:

نعم يجوز أن يقال: قتل ابن ملجم عليا وقتل أبو لؤلؤة عمر رضى الله عنهما، فإن ذلك ثبت متواترا۔

(احیاء علوم الدین/دار صادر بیروت)

اسی طرح دار المعرفہ والی احیاء العلوم میں ہے اور اسی طرح

شاملہ میں ہے۔اور یہ عبارت بعینہ اسی طرح ہے جس طرح اعلی حضرت نے بیان فرمائی۔

افسوس: لیکن ہمیں افسوس وحیرانی اس بات کی ہے کہ ہمارے پاس موجود شرح فقہ اکبر کے جتنے بھی مطبوعے یا نسخے ہیں (مطبوعہ صورت میں اور نیٹ سے حاصل کیے گئے پی ڈی ایف نسخے) سب میں احیاء العلوم سے نقل کردہ عبارت غلط مرقوم ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ حیرانی اس وقت ہوئی کہ جب بیروت (دار البشائر الاسلامیہ) کی چھپی ہوئی شرح فقہ اکبر دیکھی کہ عبارت وہی کی وہی غلط۔ مزید برآں یہ حیرانی یہاں نہ رکی بلکہ ترقی کرکے اس وقت اپنی انتہا کو پہنچ گئی جب اسی بیروت والی شرح فقہ اکبر (کے مبحوث عنہ مقام) پر محشی کا حاشیہ دیکھا وہ حاشیہ کیا تھا ملاحظہ فرمائیے:

إذنْ لِما ذا قتلهما أصحابُ رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ أليس لأنه ثبت لديهم قتلُهما؟ اللهم بلى۔ (٦)

یعنی اگر اس بات کو صحیح مان لیا جائے (کہ قاتلین کا یقینی طور پر پتا نہیں چلا تھا یا ان کا قاتل ہونا تواتر سے ثابت نہیں) تو پھر اصحاب رسول ﷺ نے ان دونوں کو قتل کیوں کیا، کیا اس وجہ سے نہیں کہ ان کا قتل کرنا صحابہ کے نزدیک ثابت ہوگیا تھا؟ کیوں نہیں، ضرور (ثابت ہوگیا تھا)۔

یہ حاشیہ محشی نے ایک اشکال واعتراض کی صورت میں لگایا ہے لیکن یہ اعتراض تو اس صورت میں ہوگا جب عبارت کو درست مان لیا جائے جیسا کہ لفظِ اِذنْ سے ظاہر ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان دونوں کو صحابہ کرام نے قتل کیا تھا تو اس میں بھی کلام ہے۔

حیرانی اس وجہ سے ہوئی کہ محشی کو یہاں حاشیہ لگانے کے بجائے احیاء العلوم میں یہ عبارت دیکھنی چاہیے تھی کیوں کہ یہ عبارت احیاء العلوم کے حوالے سے شرح فقہ اکبر میں نقل کی گئی ہے، اگر محشی احیاء العلوم میں دیکھ لیتے تو انہیں بخوبی اندازہ بلکہ علم ہو جاتا کہ یہ عبارت امام غزالی کی نہیں ہے، لہذا اس عبارت پر مذکورہ حاشیہ (بصورتِ اشکال واعتراض) لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔

بہر حال ہم نے شرح فقہ اکبر پر علمیہ کی طرف سے کام کے دوران اس مقام پر تحقیقی حاشیہ لگادیا ہے۔

تیسری مثال

ایمانِ والدینِ کریمین (فداہما ابی وامی)

مشہور ہے کہ ملاعلی قاری نے شرح فقہ اکبر میں حضور ﷺ کے والدین کریمین کے عدم ایمان کا قول کیا ہے۔ ہم نے اس مقام پر تحقیق کے بعد ایک محتاط حاشیہ لگایا ہے۔ قبل اس کے کہ ہم اس حاشیہ کا خلاصہ بیان کریں۔ یہ جان لینا ضروری ہے کہ ملاعلی قاری نے یہ موقف کیوں اختیار کیا۔ اس موقف کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ملاعلی قاری کے سامنے فقہ اکبر (تصنیف امام اعظم) کا جو متن تھا اس میں کاتب کی غلطی (٧) سے یا کسی کی تحریف سے یہ عبارت مذکور تھی:

(ووالدا رسول الله ﷺ ماتا على الكفر) (٨)

یعنی حضور ﷺ کے والدین کا کفر پر خاتمہ ہوا۔ (معاذ اللہ)

ملاعلی قاری نے یہ گمان کرکے کہ امام اعظم جیسے عظیم مجتہد نے جب یہ قول کہا ہے تو ضرور درست ہوگا اسی کو اختیار کیا اور اسی کے دلائل دیے۔ حالاں کہ یہ قول امامِ اعظم کا نہیں بلکہ انکی عبارت میں تحریف یا کاتب کی غلطی تھی۔

اب آئیے اس کی تفصیل کی طرف۔ جیسا کہ ہم ذکر کرآئے ہیں کہ مذکورہ بالا عبارت میں تحریف یا کاتب کی غلطی ہے۔ اب صحیح عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

(ووالدا رسول الله ﷺ ما ماتا على الكفر)

اس عبارت کا ترجمہ ہے: حضور ﷺ کے والدین کریمین کا خاتمہ کفر پر نہیں ہوا۔

دیکھیے کس طرح صرف ایک حرف (٩) سے عبارت کا مفہوم واضح ودرست ہوگیا۔ اس عبارت کے صحیح اور اس سے پچھلی عبارت کے غلط ہونے کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

دلائل: امام زاہد کوثری فرماتے ہیں:

الحمد للہ خود میں نے اور میرے دوستوں نے دار الکتب المصریہ میں موجود فقہ اکبر کے دو قدیم نسخوں میں ماماتا کے الفاظ اور مکتبہ شیخ الاسلام کے دو قدیم نسخوں میں ماتا علی الفطرۃ کے الفاظ دیکھے ہیں اور ملاعلی قاری نے جو شرح کی ہے وہ غلط نسخہ کی بنیاد پر ہے، یہ ان سے بے ادبی ہوگئی ہے اللہ کریم انھیں معاف فرمائے (١٠)۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں:

وہ جو فقہ اکبر میں ہے کہ حضور ﷺ کے والدین کا خاتمہ کفر پر ہوا یہ امامِ اعظم کے خلاف سازش ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ فقہ اکبر کے مستند نسخوں میں ایسا کچھ بھی نہیں (١١)۔

شیخ محمد بن ابراہیم بیجوری متوفی ۱۲۷۶ھ فرماتے ہیں:

یہ امامِ اعظم کے خلاف سازش ہے ان کا دامن اس بات سے بری ہے اور ملا علی قاری (اللہ انکی مغفرت کرے) سے غلطی ہوئی کہ ایسا شنیع کلمہ کہا(۱۲)۔

عبارت کا سقم: قطع نظر ان دلائل کہ جو ہم نے ذکر کیے صرف عبارت پر ہی غور کر لیا جائے تو بخوبی انداز لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں کچھ گڑبڑ ضرور ہے آیئے اب سقم عبارت دیکھتے ہیں:

ملا علی قاری نے جو متن اختیار کیا ہے اس کی پوری عبارت یہ ہے:

(ووالدا رسول اللہ ﷺ ماتا علی الکفر وأبو طالب عمّہ مات کافراً)

یعنی حضور ﷺ کے والدین کا خاتمہ کفر پر ہوا اور ابو طالب حضور کا چچا بھی کفر پر مرا۔

عربی جاننے والے حضرات کے ذہن میں فورا یہاں یہ اشکال وارد ہوگا کہ جب والدین کریمین اور ابو طالب دونوں کا خاتمہ کفر پر ہوا تو ان کو الگ الگ کیوں ذکر کیا بلکہ عربی اسلوب کے مطابق سب کو یکجا کر کے یوں کہا جاسکتا تھا:

ووالدا رسول اللہ ﷺ وأبو طالب ماتوا کفارا۔

یعنی والدین رسول ﷺ اور ابو طالب کا خاتمہ کفر پر ہوا۔

نہ یہ کہ والدین کا کفر الگ بیان کیا جائے اور ابو طالب کا الگ اور کہا جائے: (ووالدا رسول اللہ ﷺ ماتا علی الکفر) (وأبو طالب عمّہ مات کافراً)

بخلاف اس صورت کے کہ جب اِسے اُس طرح پڑھا جائے جیسے صحیح عبارت ہم نے بیان کی اور وہ یہ ہے:

(ووالدا رسول اللہ ﷺ ما ماتا علی الکفر) (وأبو طالب عمّہ مات کافراً)

آپ نے خود دیکھ لیا کہ کس طرح عبارت صحیح عربی طرز واسلوب میں آکر مستقیم ہوگئی(۱۳)۔ وللہ الحمد

تحریف کی وجوہات: اتنی بات ذہن نشین کر لینے کے بعد آیئے اب تحریف کی وجہ بھی علما کی زبانی سنتے ہیں چنانچہ:

امام زاہد کوثری فرماتے ہیں: بعض نسخوں میں (ماتا علی الفطرۃ) ہے اور الفطرۃ کا رسم الخط الکفر سے ملتا جلتا ہے لہذا یہ خطِ کوفی میں باآسانی الکفر میں تحریف وتبدیل ہوسکتا ہے(۱۴)۔

حافظ علامہ محمد مرتضی زبیدی (شارح احیاء العلوم وقاموس) اپنے رسالے "الانتصار لِوالدَی النبی المختار" میں فرماتے ہیں: میں نے ہمارے شیخ احمد بن مصطفی عمری حلبی مفتیِ لشکر، عالمِ معمر کے ہاں جو کچھ لکھا ہوا دیکھا اسکا معنی ومفہوم کچھ اس طرح ہے کہ: ناسخ و کاتب نے جب لفظ ماماتا میں ما کا تکرار دیکھا تو یہ گمان کیا کہ ایک ما زائد ہو گیا ہے لہذا اسے حذف کر دیا پھر یہ غلط عبارت والا نسخہ پھیل گیا۔ اور اس کے غلط ہونے پر دلیل سیاقِ خبر ہے کیوں کہ اگر ابو طالب وابوین کریمین ایک ہی حالت (یعنی کفر) پر ہوتے تو مصنف ایک ہی جملہ کہ کر تینوں کو ایک ہی حکم میں جمع فرماتے نہ یہ کہ دو جملوں میں تذکرہ کرتے باوجود یہ کہ ان تینوں کے حکم میں کوئی تخالف نہ ہوتا(۱۵)۔

ملا علی قاری کا اپنے موقف سے رجوع:

ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اپنے اس موقف سے رجوع کر لیا تھا اور ابوین کریمین کے ثبوتِ ایمان کے قائل ہوگئے تھے چنانچہ خود شرح شفا میں فرماتے ہیں:

(وأما إسلام أبویہ ففیہ أقوال، والأصح إسلامھما علی ما اتفق علیہ الأجلّة من الأمة کما بینہ السیوطی فی رسائلہ الثلاث المؤلفة).

(شرح الشفا للقاری ۱/۶۰۵)

یعنی حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں چند اقوال ہیں اور سب سے صحیح قول ان کے اسلام کا ہے جس پر امت کے جلیل القدر علما کا اتفاق ہے جیسا کہ امام سیوطی نے اپنے تین رسالوں میں بیان فرمایا۔

اسی شرح شفا میں ایک اور جگہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

(وأما ما ذکروا من إحیائہ علیہ الصلاۃ والسلام أبویہ فالأصح أنہ وقع علی ما علیہ الجُمھور الثقات، کما قال السیوطی فی رسائلہ الثلاث المؤلفات).

(شرح الشفا" للقاری ۱/۶۵۱)

یعنی یہ جو ذکر کیا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے والدین کو (ان کے انتقال کے بعد) زندہ فرمایا (اور پھر وہ آپ علیہ السلام پر ایمان لائے) یہ درست ہے اور اسی بات پر جمہور ثقات متفق ہیں جیسا کہ سیوطی نے اپنے تصنیف کردہ تین رسائل میں فرمایا۔

نوٹ: ملا علی قاری شرح شفا کی تالیف سے ۱۰۱۱ھ میں فارغ

ہوئے یعنی اپنی وفات سے صرف تین سال پہلے، لہذا یہ انکی آخری تالیفات میں سے ہے۔

ثبوت ایمان پر علما کی تالیفات و تصنیفات:

اگر فقہ اکبر کی عبارت درست ہوتی اور امام اعظم کا یہی موقف ہوتا کہ حضور ﷺ کے والدین کا کفر پر خاتمہ ہوا تو کثیر علما ثبوتِ ایمانِ والدین کریمین پر تصنیفات و تالیفات کا خاص اہتمام نہ کرتے۔ اس موضوع پر علمانے جو کثیر کتب تالیف و تصنیف کی ہیں ہم ان کا مکمل احصاو شمار تو نہیں کر سکتے لیکن ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

(۱)..شمول الاسلام لأصول الرسول الكرام للمجدد الاعظم الامام احمد رضا خان ت۱۳۴۰ھ۔

(۲)..مطلب فی نجاة أبويه ﷺ للعلامة السيد محمد عبد الله الجردانی الشافعی، ت۱۳۳۱ھ۔

(۳)..الانتصار لوالدی النبی المختار للامام مرتضی الزبیدی، ت۱۲۰۵ھ

(٤)..حديقة الصفا فی والدی المصطفی للعلامة ابو محفوظ الكريم المعصومی الهندی، ت۱۴۳۰ھ

(٥)..منهاج السنة فی كون أبوی النبی فی الجنة للعلامة ابن طولون الدمشقی الحنفی، ت۹۵۳ھ

(٦)..رسالة فی ابوی النبی لاحمد بن سليمان بن كمال باشا، ت۹۴۰ھ

(۷)..انباء الاصطفاء فی حق آباء المصطفی لمحمد بن قاسم بن يعقوب الاماسی، ت۹۴۰ھ

(۸)..تحقيق آمال الداجين فی ان والدی المصطفی بفضل الله فی الدارين من الناجين للامام ابن الجزار المصری، كان حياً سنة۹۸٤ھ

(۹)..الجوهرة المضية فی حق ابوی خير البرية لصالح بن محمد تمرتاشی الغزی، ت۱۰۵۵ھ

(۱۰)..تأديب المتمردين فی حق الأبوين" لعبد الاحد بن مصطفی السيواسی، ت۱۰۶۱ھ

(۱۱)..تحقيق النصرة للقول بإيمان أهل الفَترة

(۱۲)..منحة البارء فی إصلاح زلة القاری، كلاهما لحسن بن علی بن يحيى العجيمی المكی، ت۱۱۱۳ھ

(۱۳)..السرور والفرج فی حياة ايمان والدی الرسول لمحمد بن ابی بكر المرعشی ساجقلی، ت۱۱۵۰ھ۔

(١٤)..تحفة الصفا فيما يتعلق بابوی المصطفی لاحمد بن عمر الديربی الغنيمی الازهری الشافعی، ت۱۱۵۱ھ

(١٥)..بسط اليدين لاكرام الابوين لمحمد غوث بن ناصر الدين المدراسی ت ۱۲۳۸ھ

(١٦)..القول المسدد فی نجاة والدی محمد لمحمد بن عبد الرحمن الأهدل الحسينی ت ۱۲۵۸ھ

امام سیوطی کے چھ رسائل:

(۱۷)..مسالك الحنفاء فی والدی المصطفی

(۱۸)..الدرج المنيفة فی الآباء الشريفة

(۱۹)..المقامة السندسية فی النسبة المصطفوية

(۲۰)..التعظيم والمنة فی ان ابوی رسول الله ﷺ فی الجنة

(۲۱)..نشر العلمين المنيفين فی احياء الابوين الشريفين

(۲۲)..السبل الجلية فی الآباء العلية.

چوتھی مثال

سید المکاشفین شیخ ابن عربی (متوفی ۶۳۸ھ) جلیل القدر ولی وصوفی بزرگ بلکہ امام الاولیا والاصفیا گذرے ہیں(۱۶) ان کی متعدد عظیم تصنیفات بھی ہیں جن میں سے الفتوحات المکیہ اور فصوص الحکم بہت مشہور ہیں۔ ان کے بارے میں بعض لوگوں میں یہ مشہور ہوگیا تھا کہ انھوں نے اپنی تصنیفات میں فرعون کے ایمان کا قول کیا ہے حالاں کہ یہ بات درست نہیں بلکہ ان کی عبارات سے بعض لوگوں نے دھوکا کھایا اور ان کے خلاف ہوگئے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے بھی شرح فقہ اکبر میں شیخ اکبر ابن عربی کا رد کیا اور کہا کہ میں نے ابن عربی و جلال دوانی کے رد میں مستقل رسالہ لکھا ہے(۱۷) اور اس میں فرعون کے ایمان کے قول کا رد کیا ہے(۱۸)۔

شرح فقہ اکبر پر کام کے دوران جب ہم اس مقام پر پہنچے تو ہم نے یہاں ایک حاشیہ لگایا جس میں شیخ اکبر کے بارے میں غلط تاثر کو رفع کیا اور ثابت کیا کہ شیخ اکبر اس اعتراض سے بری الذمہ ہیں۔

آئیے اب ہم اپنے حاشیے کا خلاصہ بیان کرتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ شیخ اکبر کی عبارت سے ایمانِ فرعون کا مفہوم اخذ

کرنا درست نہیں اور اگر اس قسم کی کوئی عبارت ہے جس سے ایسا مفہوم نکلتا ہو تو وہ مصروف عن الظاہر ہے۔(یعنی اس کا ظاہری معنی مراد نہیں)

الیواقیت والجواہر للشعرانی میں ہے کہ امام نووی سے جب ابن عربی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"تلك أمة قد خلت، لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ عقل وشعور رکھنے والے ہر شخص پر حرام ہے کہ اللہ کے کسی بھی ولی کے بارے میں برا گمان وخیال رکھے بلکہ اُس پر یہ واجب ہے کہ اولیا کے اقوال وافعال کی اچھی تاویل کرے جب تک کہ خود ان کے درجے ومرتبے تک نہ پہنچ جائے(۱۹)۔اور اس تاویل سے قلیل التوفیق ہی عاجز رہے گا"(۲۰)۔

یاد رہے کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے جان بوجھ کر اپنی تصنیفات میں ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن کے معانی تک غیر اہل شخص کی رسائی ممکن نہ ہو اور صرف وہی حضرات سمجھ سکیں جن کو سمجھانا مقصود ہو۔مثال کے طور پر حضرت موصوف کا ایک شعر ہے جس میں خدا کو یوں پکارتے ہیں:

یا من یَرانی ولا أَراہ　　کم ذا أَراہ ولا یَرانِی

لفظی ترجمہ:اے وہ ذات جو مجھے دیکھتی ہے اور میں اسے نہیں دیکھتا۔کتنی مرتبہ میں تو اسے دیکھتا ہوں لیکن وہ مجھے نہیں دیکھتی۔

اس شعر سے جب کسی نے دھوکہ کھا کر حضرت موصوف سے پوچھا کہ اسکا معنی بتائیں تو آپ نے فی الفور جواب دیا:

یا من یرانی مُجرِماً　　ولا أراہ آخِذاً

کم ذا أراہ منعِماً　　ولا یرانی لائذا

ترجمہ: اے وہ ذات (ذاتِ خدا) جو مجھے جرم کرتے دیکھتی ہے۔اور میں اسے گرفت کرتے نہیں دیکھتا

اور کتنی مرتبہ میں اسے نعمتوں کی بارش کرتے دیکھتا ہوں۔

اور وہ مجھے اپنی پناہ میں آتا نہیں دیکھتی(۲۱)

قارئینِ کرام آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہوگا کہ کس طرح حضرت کے لفظ ولا یرانی (وہ مجھے نہیں دیکھتا) سے اشتباہ پیدا ہوا اور کس طرح حضرت نے ولا یرانی لائذا کہہ کر اپنی مراد بتادی۔اسی لیے علمانے فرمایا کہ صوفیا کی بظاہر غلط نظر آنے والی عبارات یا ان کے اقوال میں جتنا ممکن ہو سکے تاویل سے کام لیکر ان کے اچھے معانی بیان کیے جائیں۔موجودہ دور میں بھی بعض لوگ اپنی کم فہمی یا ذاتی عناد کی بنا پر اولیا وصوفیا کی باتوں کا غلط مقصد بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں صوفیا نے فرمایا: حرامٌ علیهم النظرُ فی کُتبنا.

یعنی ایسے لوگوں کے لیے ہماری کتابوں کو دیکھنا حرام ہے۔کیوں کہ یا تو وہ خود کفر میں پڑ سکتے ہیں یا اولیا کی تکفیر کردیں گے۔

اور یہ الزام کہ شیخ اکبر نے ایمان فرعون کا قول کیا ہے تو اس کی تردید میں امام عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

"منکر ومخالف کا ایک دعویٰ یہ ہے کہ شیخ اکبر قبول ایمان فرعون کے قائل ہیں تو یہ شیخ پر کذب وافترا ہے کیوں کہ شیخ اکبر خود اپنی کتاب الفتوحات المکیہ کے باسٹھویں باب میں تصریح فرماتے ہیں کہ فرعون اُن اہل نار میں سے ہے جو کبھی بھی آگ سے نہ نکلیں گے۔اور فتوحات، شیخ کی آخری تالیفات میں سے ہے کیوں کہ وہ موت سے تین سال قبل اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے(۲۲)"۔

اعلیٰ حضرت کا ابن عربی کے بارے میں موقف:

آئیے اب اس تمام تر بحث کو اعلی حضرت کے ارشادات در بارہ شیخ اکبر پر ختم کرتے ہیں تا کہ ختم سخن ہو اور کلام کی مزید حاجت نہ رہے۔ہم یہاں صرف ان القابات کا ذکر کریں گے جو اعلی حضرت نے شیخ اکبر اور انکی تالیف الفتوحات المکیہ کو دیے ہیں تا کہ آپ خود شیخ اکبر کے مقام ومرتبہ کا اندازہ لگا سکیں، القابات یہ ہیں:

(۱) حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی (۲) امامِ اجل، عارف کبیر (۳) امام الطریقۃ بحر الحقیقۃ سیدنا شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتوحات مکیہ شریف(۲۳) میں فرماتے ہیں (۴) حضرت خاتم الولایۃ المحمدیۃ فی زمانہ بحر الحقائق ولسان القوم بجنانہ وبیانہ سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نَفَعَنا اللّٰہ فی الدّارَین بفَیضانہ.

حواشی

(۱) منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر تحت قولہ: اللّٰہ سبحانہ اوجد المخلوقات، مصطفی البابی مصر، ص:۳۹

(۲)منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر تحت قولہ: اللّٰہ سبحانہ اوجد المخلوقات، مصطفی البابی مصر، ص:۳۹

(۳)مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر، تحت قولہ: ثم ان الفاظ الکفر انواع، دار احیا التراث العربی بیروت، ۶۹۰/۱

(٤)منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر، فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ، مصطفی البابی مصر، ص:۱۹۳

(٥)منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر، مصطفی البابی مصر، ص:۷۲

(٦) منح الروض الازهر شرح الفقه الاكبر ،دار البشائر الاسلاميه بيروت، ص٢١٦

(٧)**جیسا کہ امام زاہد کوثری فرماتے ہیں:** وعليّ القارى بنى شرحَه على النسخة الخاطئة وأساء الأدب سامحه الله۔ (مقدمة "العالم والمتعلم" للكوثرى ص:٧)

(٨) منح الروض الازهر شرح الفقه الاكبر، دار البشائر الاسلاميه بيروت، ص:٣١٠)

(٩)**ماحرفِ نفی ہے۔**

(١٠)**امام زاہد کوثری کی عبارت یہ ہے:** وإنى بحمد الله رأيت لفظ (ما ماتا) فى نسختين بدار الكتب المصرية قديمتين كما رأى بعض أصدقائى لفظَى ما ماتا وماتا على الفِطرة فى نسختين قديمتين بمكتبة شيخ الإسلام، وعليّ القارى بنى شرحَه على النسخة الخاطئة وأساء الأدب سامحه الله. (مقدمة "العالم والمتعلم" للكوثرى ص:٧)

(١١)علامه طحطاوى كى عبارت يه هے: وما فى "الفقه الأكبر" من أن والدَيه ﷺ ماتا على الكفر فمدسوس على الإمام، ويدل عليه أن النسخ المعتمدة منه ليس فيها شىء من ذلك. (حاشية الطحطاوى على الدر، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، ٢/٨٠)

(١٢)**علامہ بیجوری کی عبارت یہ ہے:** ما نقل عن أبى حنيفة فى "الفقه الأكبر" من أن والدَى المصطفى ماتا على الكفر فمدسوس عليه، وحاشاه أن يقول ذلك، وغلط ملا على القارى غفر الله له فى كلمة شنيعة قالها. (تحفة المريد شرح جوهرة التوحيد ص:٦٩)

(١٣)**اس تمام بحث کو کسی نے یوں بیان کیا ہے:** الذى يقراء (وأبو طالب مات كافرا) بعد النص الذى نقله ملا عليّ القارى يقول معترضاً حالا: إذا كان والدا رسول الله ﷺ ماتا على الكفر وأبو طالب كذلك فكان حق الكلام أن يكون هكذ: ووالدا رسول الله ﷺ وأبو طالب ماتوا كفارا، لا أن يذكر كفر أبويه ﷺ وحده ويذكر كفر أبى طالب عقبه وحده.

(١٤)**امام زاہد کوثری کی عبارت یہ ہے:** ففى بعض تلك النسخ: (ماتا على الفطرة) والفطرة سهلة التحريف إلى الكفر فى الخط الكوفى. (مقدمة "العالم والمتعلم" للكوثرى ص:٧)

(١٥)**حافظ علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی کی عبارت یہ ہے:** وكنتُ رأيتها بخطه عند شيخنا أحمد بن مصطفى العمرى الحلبى مفتى العسكر العالم المعمر ما معناه: إن الناسخ لمّا رأى تكرُّر ما فى (ما ماتا) ظن أن إحداهما زائدة فحذفها فذاعت نسختُه الخاطئة، ومن الدليل على ذلك سياق الخبر لأن أبا طالب والأبوين لو كانوا جميعاً على حالة واحدة لجمع الثلاثة فى الحكم بجملة واحدة لا بجملتين مع عدم التخالف بينهم فى الحكم. (مقدمة "العالم والمتعلم" للكوثرى ص:٧)

(١٦)**اِن کی پیدائش کا واقعہ مشہور ہے کہ ان کے والد گرامی کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی چنانچہ آپ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ جناب میرے ہاں اولاد نہیں دعا فرمائیں کہ نیک وصالح اولاد ملے۔ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سر جھکا کر مراقبہ فرمایا اور کچھ دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ تمھارے نصیب میں اولاد نہیں ہے، لیکن انہیں بزرگوں سے لینے کے آداب معلوم تھے عرض گذار ہوئے کہ حضرت اگر میرے مقدر میں اولاد ہوتی تو میں آپ سے لینے کیوں آتا، میں تو اپنے مقدر میں آپ سے اولاد لکھوانے آیا ہوں۔ یہ سن کر غوث اعظم وجد و جلال میں آگئے اور فرمایا: ادھر آؤ اور میری پشت سے اپنی پشت رگڑو، میری صلب میں صرف ایک بیٹا رہتا ہے یہ لے جاؤ، اس طرح محی الدین ابن عربی پیدا ہوئے۔ اعلی حضرت فرماتے ہیں: میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے۔۔ محو و اثبات کے دفتر پر کروڑا تیرا**

(١٧)اس رسالہ کا نام ہے: فرالعون ممن يدّعى ايمان فرعون۔ (ايضاح المكنون، هدية العارفين)

(١٨)**ملا علی قاری کی عبارت یہ ہے:** وفيه رد على ابن العربى ومن تبعه كالجلال الدوانى، وقد ألفت رسالة مستقلة فى تحقيق هذه المسألة وبينت ما وقع لهم من الوهم فى المواضع المشكلة وأتيت بوضوح الأدلة المستجمعة من الكتاب والسنة ونصوص الأئمة. (منح الروض الازهر شرح الفقه الاكبر، دار البشائر الاسلاميه بيروت، ص:٩٨)

(١٩)**اور جب ان کے مرتبے پر پہنچ جائے گا تو ان کے قول کے صحیح معنی خود جان لے گا اور صرف اندازے سے تاویل نہیں کرنی پڑے گی۔**

(٢٠) فسئل الإمام محى الدين النووى عن الشيخ محى الدين بن عربى فقال: تلك أمة قد خلت، ولكن الذى عندنا أنه يحرم على كل عاقل أن يسىء الظن بأحد من أولياء الله عزوجل ويجب عليه أن يؤول أقوالهم وأفعالهم ما دام لم يلحق بدرجتهم ولا يعجز عن ذلك إلا قليل التوفيق. (اليواقيت والجواهر للشعرانى، ص:١٢)

(٢١)**یعنی (گناہوں کو چھوڑ کر) اپنی پناہ میں آتا نہیں دیکھتی۔**

(٢٢)قال الإمام عبد الوهاب الشعرانى قدس سره الربانى: ومِن دعوى المنكِر أن الشيخ يقول بقبول إيمان فرعون وذلك كذب وافتراء على الشيخ، فقد صرح الشيخ فى الباب الثانى والستين من "الفتوحات" بأن فرعون من أهل النار الذين لا يخرجون منها أبد الآبدين و"الفتوحات" من أواخر مؤلفاته فإنه فرغ منها قبل موته بنحو ثلاث سنين. (اليواقيت والجواهر، ص:١٧)

(٢٣)**اس لفظ سے فتوحات مکیہ کی شرافت و منزلت کا پتا چلتا ہے، اگر شیخ اکبر نے اس میں ایمانِ فرعون کا قول اختیار کیا ہوتا تو اعلیٰ حضرت اس کتاب کو "شریف" نہ فرماتے، فافہم۔**

☆☆☆☆

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

وقف میں تبدیلی جائز نہیں

مرد و عورت دونوں نے اپنا بنا ہوا مکان جو کہ گاؤں کے اندر ہے، اس کا آدھا حصہ مسجد کو ہبہ کر دیا اور آدھا حصہ مدرسہ کو ہبہ کر دیا، اس کے بعد مرد کا انتقال ہو گیا تو وہ عورت چاہتی ہے کہ موقوفہ مکان کو بیچ کر مسجد اور مدرسے میں اس کی قیمت صَرف کر دی جائے تو اس میں شرعی قباحت تو نہیں؟

الجواب

وہ مکان بیچنا جائز نہیں، جس طور پر وقف ہوا ہے اسی طور پر مسجد و مدرسہ میں اسے استعمال کریں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لا یجوز تغییر الوقف عن هیئة فلا یجعل الدار بستانا ولا الخان حماما. واللہ تعالیٰ اعلم.

راکھی باندھنے یا بندھوانے کا شرعی حکم

(۱)- زید ایک سیاسی شخص ہے، اس سے اس کے ایک کافر سیاسی ساتھی (کلو) نے اپنی ماں کو جلانے کے لیے شمشان گھاٹ آنے کی دعوت دی تو زید کلو کی ماں کو جلانے کے موقع پر شمشان گھاٹ پہنچا۔

(۲)- زید نے تیوہار کے موقع پر سیاسی طور پر خود اپنے ہاتھ پر ایک کافرہ سے راکھی بندھوائی اور دوسروں کو بھی بندھوائی۔

لہٰذا مذکورہ بالا دونوں مسئلوں میں زید پر کیا حکم شرع عائد ہوتا ہے؟ جلد از جلد جواب سے آگاہ فرمائیں۔ آپ کے جواب کا شدت سے انتظار رہے گا، تاخیر کی صورت میں انتشار کا خدشہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱)- غیر مسلموں کی میت کے ساتھ جانا یا شمشان گھاٹ جانا حرام و گناہ ہے۔ مذہب اسلام میں مردے کو جلانا جائز نہیں، اگرچہ وہ مردہ غیر مسلم ہو، تو جو مجمع اس ناجائز کام کے لیے شمشان گھاٹ جا رہا ہو اس مجمع کو بڑھانا جائز نہیں ہو سکتا۔ قرآن پاک میں تو یہاں تک حکم ہے: ”ولا تقم علیٰ قبره“ اور ان کی قبر پر کھڑے نہ ہونا، پھر جہاں مردہ جلایا جا رہا ہو، وہاں آس پاس میں کھڑا ہونا ضرور ممنوع ہوگا۔ زید اپنے اس فعل سے توبہ کرے اور آئندہ بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲)- راکھی یہاں کے غیر مسلموں کا شعار مذہبی ہے، اس لیے اسے پسندیدگی کے ساتھ باندھنا، بندھوانا حرام بلکہ کفر ہے۔ زید نے اپنے ہاتھ پر راکھی بندھوائی، اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی، ظاہر ہے کہ یہ اس نے اچھا سمجھ کر ہی کیا ہے، اس لیے وہ اس سے توبہ کرے، بے زاری کا اظہار کرے اور کلمہ پڑھ کر داخلِ اسلام ہو۔ شادی ہو چکی ہو تو نئے مہر کے ساتھ پھر نیا نکاح کرے۔ رواداری الگ چیز ہے، اور ان کے مذہبی امور میں شرکت اور عمل در آمد الگ چیز۔ قرآن حکیم میں ہے: ”لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝٦“ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد کی رقم کہاں اور کس مصرف میں خرچ کریں؟

کچھ رقم ہے جس میں کچھ مسجد کی ہے اور کچھ ایسے برتن کی جو اسی سے متّصل کمرے میں ایک الگ کمیٹی رکھتی ہے۔ یہ اسی برتن کے کرایہ کی رقم ہے۔ اب ان پیسوں کو اضافہ کی نیت سے کسی تجارت وغیرہ میں لگانا کیسا ہے؟ اور اضافہ رقم کے لیے کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

الجواب

اس طرح کی رقم کا مصرف عرفاً متعیّن ہوتا ہے جو عام طور سے مسلمانوں کو معلوم ہوتا ہے، اس لیے ان رقوم کے معروف و مشہور مصرف میں ہی صرف کریں۔ ان کے سوا دوسرے مصرف میں صَرف کرنے کی اجازت نہیں۔ فقہا فرماتے ہیں:

مراعاة غرض الواقفین واجبة

یہی حکم تبرّعات و عطیات کا بھی ہے۔

ہمارے دیار کے مسلمانوں کے عرف میں اس طرح کی رقوم تجارت میں لگانے کے لیے نہیں ہوتی، نہ تجارت میں لگائی جاتی ہے، اس لیے تجارت میں یہ رقوم لگانا ممنوع ہے۔ علاوہ ازیں تجارت میں نفع و ضرر دونوں کا امکان ہوتا ہے اور ایسے کام میں مسلمانوں یا مساجد کی رقوم کو لگانا نظر و نگہ داشت نہیں بلکہ خیانت ہے، اس لیے بھی اس

کی ممانعت ہے۔ فقہا فرماتے ہیں:

أمرنا بابقاء الوقف علىٰ ماكان، دون زيادة.

فقہا مسجد کی رقم کو قرض کے طور پر دینے کی بھی اجازت نہیں دیتے کہ اس میں امکان ضرر ہے، الّا یہ کہ مسلمانوں پر کوئی بڑی افتاد (مصیبت) آپڑے اور انھیں مسجد کی رقم کی سخت ضرورت ہو اور مسجد کو بھی فی الحال حاجت نہ ہو۔ یہاں تجارت میں لگانا کوئی افتاد نہیں، نہ تجارت کی سخت حاجت یعنی حاجتِ شرعیہ۔

بہارِ شریعت حصہ دہم، ص:۸۶ کے آخری مسئلہ سے جو عالم گیری سے منقول ہے، اس پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

ہاں تمام مسلمانوں اور قاضیِ شریعت یا اعلم علماے بلد کی اجازت سے دو صورتوں کی اجازت ہے:

(۱) کوئی مکان یا دُکان خرید کر کرایے پر دے دیں۔

بہارِ شریعت میں ہے:

مسجد کی آمدنی سے دُکان یا مکان خریدنا کہ اس کی آمدنی مسجد میں صَرف ہوگی اور ضرورت ہوگی تو بیع کر دیا جائے گا، یہ جائز ہے، جب کہ متولی کے لیے اس کی اجازت ہو۔ (بہارِ شریعت،۸۶/۱۰، بحوالہ عالم گیری)

یہ حکم برتن کے پیسوں کا ہے اور مسجد میں نمازیوں کے درمیان اگر اعلان کر دیں کہ جو رقم وہ مسجد میں دیں گے وہ اس غرض سے بھی استعمال ہوگی تو پھر آئندہ جو رقم مسجد کی جمع ہو وہ بھی اس غرض میں صَرف ہو سکتی ہے۔

(۲) حکومت کے کسی بینک میں فکس ڈپوزٹ کر دیں اور جو نفع ملے اسی پر اکتفا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم. هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي.

تبدیلیِ جنس کا شرعی حکم:

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیانِ شرعِ متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

زید عاقل بالغ نے پچیس سال کی عمر میں شادی کی، اس سے اس کو دو بچے ہیں۔ پھر اس نے دوسری شادی کی، اس سے چار بچے ہیں۔ اب اس کی عمر پچپن یا ساٹھ سال کی ہے۔ اس نے بھیلور (Bhelor) جا کر اپنی جنس تبدیل (Sex Change) کروا لیا، یعنی اب اس کا عضوِ تناسل اور بیضہ نہیں ہے، پیشاب کی جگہ صرف ایک سوراخ ہے جس سے وہ پیشاب کرتا ہے۔ وہ خود بھی کہتا ہے کہ میں نے اپنی جنس تبدیل کروالی ہے اور اس کے دکھانے پر لوگوں نے دیکھا بھی ہے۔ وہ عورتوں کا لباس پہنتا ہے، کان اور ناک عورتوں کی طرح چھیدوا لیا ہے اور اپنا نام عورت کے نام پر "تمنا" رکھا ہے۔ وہ مسجد بھی آتا جاتا ہے، وہ مجنوں یا پاگل نہیں ہے، بلکہ بالکل صحیح و سالم ہے۔

(۱) اب ایسے شخص کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) کیا ایسے شخص پر عورت کا حکم نافذ ہوگا؟

(۳) اگر وہ مر جائے تو اس کی نمازِ جنازہ عورت کی نیت سے پڑھی جائے گی یا مرد کی نیت سے؟

(۴) کیا اس شخص کو اب بھی مسلم برادری میں رکھا جائے گا؟

(۵) شخص مذکور مخنّث لوگوں کو ساتھ رہ کر کمائی کرتا ہے، اب جو اس کی کمائی ہے اس کو مدرسہ یا مسجد میں صَرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۶) کیا ایسا شخص مسجد میں آکر نماز ادا کر سکتا ہے؟

(۷) اس کی اولاد اور بیوی کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟

(۸) کیا اس کے اس عمل سے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی؟

(۹) اس شخص کی وجہ سے گاؤں میں بڑا ہنگامہ ہے، نوجوان لڑکوں کا اب اس کے گھر زیادہ آنا جانا ہوتا ہے۔ اس لیے براہِ کرم جلد از جلد حکم شرعی بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب

(۱-۹) اللہ نے جسے مرد بنایا وہ مرد ہے اور جسے عورت بنایا وہ عورت۔ مرد اپنی جنس بدل کر عورت نہیں بن سکتا اور عورت اپنی جنس بدل کر عورت نہیں ہو سکتی۔ مردانہ عضوِ تناسل اور بیضہ کٹوا کر الگ کر دینا حرام و گناہ کبیرہ ہے کہ یہ اللہ کی بنائی ہوئی چیز بگاڑنا ہے جو شیطانی کام ہے۔ یہ شخص عورت نہیں اب بھی مرد کے حکم ہے اور مسلمان ہے۔ لہذا اس کی وفات ہو تو اس کی نمازِ جنازہ مردوں کی نیت سے پڑھیں، وہ مسجد میں آکر نماز پڑھ سکتا ہے، اس کی اولاد ثابت النسب ہے اور اس کی بیوی اب بھی بیوی ہے، بغیر اس کے طلاق دیے اس کے نکاح سے باہر نہ ہوگی۔ زید متعدّد وجوہ سے گنہگار، فاسق و مستحق غضبِ جبار ہے۔ عضوِ تناسل کٹانا، بیضہ کٹوانا، مخنثوں کے ساتھ رہ کر کمائی کرنا اور ان کا پیشہ اپنانا، نوجوان لڑکوں سے تعلقات رکھنا، ان وجوہ کے باعث اس سے ترکِ تعلق واجب ہے۔ مگر یہ کہ وہ ان تمام ناجائز کاموں سے علانیہ مجمعِ مسلمین میں توبہ کر کے اصلاحِ حال کر لے، اس کے حرام پیشے کی کمائی مسجد میں لگانا جائز نہیں، ہاں معلوم نہ ہو تو الگ حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

فکر امروز

اجتہاد و تقلید واجب کیوں

محمد افتخار احمد مصباحی

بعض مدعی اسلام کا نظریہ ہے کہ صرف قرآن و احادیث ہماری رہنمائی کے لیے کافی ہیں ان میں انسانی شعبہ ہائے زندگی کا مکمل ضابطہ موجود ہے، زندگی کا کوئی قانون یا کوئی ایسا گوشہ نہیں جو ان میں بیان نہ ہوا ہو۔ قرآن فرماتا ہے: "و لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین" خشک و تر میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو قرآن میں لکھی ہوئی نہ ہو۔ دوسری جگہ فرماتا ہے: "تبیانا لکل شیٔ" قرآن ہر چیز کا کھلا بیان ہے۔ ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن میں ہر چیز کا کھلا بیان ہے، اس لیے قرآن وحدیث کے رہتے ہوئے تقلید کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

بلا ریب قرآن و احادیث ہماری رشد وہدایت اور رہبری و رہنمائی کے لیے کافی ہیں اور یقینا ان دونوں میں سب کچھ ہے مگر ان کو مکمل طور سے سمجھنے اور ان سے مسائل نکالنے کی قابلیت واہلیت ہونی چاہیے۔ سمندر میں موتی ہیں مگر ان کو نکالنے کے لیے غوطہ خور کی ضرورت ہوتی ہے، سمندر سے موتی نکالنا سب کے بس کی بات نہیں ہے۔ بلا شبہ ائمۂ دین قرآن و حدیث جو بحر ناپیدا کنار ہیں اس کے غوطہ زن ہیں وہی ان سے مسائل کا استخراج کر سکتے ہیں دوسرے لوگ نہیں کر سکتے۔ طب کی کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے، مگر ہم کو حکیم کے پاس جانا اور اس سے نسخہ تجویز کرانا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح ائمۂ دین دینی طبیب ہیں دینی معاملہ میں ان کے فیصلے پر عمل کرنا ضروری ہے۔

دینی احکام تین طرح کے ہیں:

(۱) بعض احکام وہ ہیں جو قرآن سے صراحۃً ثابت ہیں جیسے "وہ عورت جس کا شوہر مرجائے اور وہ حاملہ نہ ہو، اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے" وغیرہ۔

(۲) بعض احکام وہ ہیں جو حدیث سے صراحۃ ثابت ہیں جیسے "مرد کے لیے سونا چاندی کے زیور کی حرمت" وغیرہ۔

(۳) بعض احکام وہ ہیں جو نہ تو صراحۃً قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے بلکہ یہ مجتہدین کے اجتہاد سے ثابت ہیں جیسا کہ "عورت کے ساتھ اغلام کرنے کی حرمت" اس کی صراحت قران وحدیث میں نہیں ہے، بلکہ اس کی حرمت قیاس سے ثابت ہے۔ اس طور پر کہ "حالت حیض میں عورت سے جماع حرام ہے" پلیدی کی وجہ سے، اور عورت کے ساتھ اغلام میں بھی پلیدی ہے، لہٰذا یہ بھی حرام ہے۔ اور جیسا کہ یہ مسئلہ بھی کہ "جس عورت کے ساتھ کسی نے زنا کیا وہ عورت اس کے بیٹے کے لیے حرام ہے یا حلال؟" اس کی بھی صراحت قرآن واحادیث میں نہیں ہے، اس کی حرمت قیاس سے ثابت ہے۔ اس طرح کہ "جس عورت کے ساتھ کسی کا باپ نکاح کرے وہ اس کے بیٹے کے لیے حرام ہے" وطی و جزئیت کی وجہ سے۔ لہٰذا یہ عورت بھی حرام ہے۔

تو پہلے دونوں طرح کے احکام جو قرآن وحدیث سے صراحۃ ثابت ہیں ان میں تقلید کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو احکام قرآن وحدیث سے صراحۃ ثابت نہیں ہیں ان میں تقلید ضروری ہے ورنہ عمل بالشریعۃ ممکن نہیں۔ یہیں سے اجتہاد و تقلید کی ضرورت اور اس کا وجوب ثابت ہوجاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ قرآن میں ہر چیز ہونے کے باوجود ایسا ہوسکتا ہے کہ ہم اسے نہ پاسکیں اور عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں اس کی دلیل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث شریف ہے:

جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف مبلغ اور قاضی بناکر بھیج رہے تھے تو آپ نے حضرت معاذ سے فرمایا: اے معاذ! کس چیز سے فیصلہ کروگے؟ حضرت معاذ نے جواب دیا، اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن سے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے کتاب اللہ میں اس مسئلہ کا حل نہ پایا تو کیا کروگے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے مسئلہ کا حل نکالونگا۔ پھر حضور نے پوچھا اگر تم نے رسول کی سنت میں بھی اس کا حل نہ پایا تو کیا کروگے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا اس وقت میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوتاہی نہ کروں گا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (بطور تحسین) میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ، اللہ کا شکر ہے کہ جس نے رسول اللہ کے قاصد کو وہ توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

(ترمذی شریف/وابوداؤد شریف)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطور امتحان سوال کیا کہ اگر کسی مسئلے کا حل کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو کیا کروگے؟ تو حضرت معاذ نے عرض کیا، سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیصلہ کروں گا۔ پھر سوال کیا کہ اگر میری سنت میں بھی نہ پاؤ تو کیا کروگے؟ تو حضرت معاذ

نے عرض کیا اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ غور فرمائیں !اگر اجتہاد منع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ کے اس جواب پر ناراضگی کا اظہار فرماتے اور اجتہاد کرنے سے منع فرمادیتے لیکن حضرت معاذ کا یہ جواب سن کر کہ "قرآن وحدیث میں نہ پاؤں تو اجتہاد کروں،، جواب کی تقویت و تائید فرماتے ہوئے ان کے سینے پر دست مبارک سے تھپکی دی اور شکر الٰہی بجالا کر خوشی و مسرت کا اظہار فرمایا۔

تقلید کا وجوب قرآنی آیات سے: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"فاعتبرو ایا اولی الابصار"

اے بصیرت والو عبرت حاصل کرو۔ (آل عمران)

اس آیت میں اعتبار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اعتبار کا معنیٰ شے کے حکم کو اس کے مثل شے کے حکم کی طرف لوٹا دینا ہے۔ اعتبار کے اس مفہوم کا نام قیاس ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اس آیت میں قیاس و اجتہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اطیعو االلہ و اطیعو ا الرسول و اولی الامر منکم.

اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی، اور تم میں سے حکم والوں کی۔

اس آیت میں تین ذاتوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا:

(۱) اللہ یعنی کلام اللہ کی جو قرآن ہے (۲) رسول یعنی سنت رسول کی جو حدیث ہے (۳) امر والوں یعنی اجتہاد و استنباط کرنے والے علما کی جو مجتہدین ہیں۔

اس آیت کریمہ میں یہ نکتہ ہے کہ احکام تین طرح کے ہیں۔ صراحۃً قرآن سے ثابت جیسے کہ جس عورت غیر حاملہ کا شوہر مرجائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ یہ حکم قرآن میں صراحت کے ساتھ ثابت ہے۔ اس جیسے کے لیے حکم ہوا "اطیعو االلہ" دوسرے جو صراحۃً حدیث سے ثابت ہیں۔ جیسے کہ چاندی سونے کا زیور مرد کو پہننا حرام ہے۔ اس کا ثبوت حدیث سے صراحت کے ساتھ ہے۔ اس جیسے حکم کے لیے فرمایا گیا "واطیعوا الرسول "تیسرے وہ جو نہ تو صراحۃً قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے۔ جیسے کہ عورت سے اغلام کرنے کی حرمت قطعی۔ اس جیسے حکم کے لیے فرمایا گیا "اولی الامر منکم"

آیت کا حاصل یہ ہے کہ اس میں اللہ ورسول کی اطاعت کے ساتھ "اولی الامر "یعنی ائمہ مجتہدین کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا ہے جس کو تقلید کہتے ہیں۔ اسی سے ثبوت تقلید کے ساتھ ساتھ وجوب تقلید کا حکم ثابت ہوا۔

قرآن کریم میں تیسری جگہ ہے: ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطو نہ منھم.

اگر اس میں رسول اللہ ﷺ اور امر والوں کی طرف رجوع کرتے تو ضرور ان میں سے وہ لوگ جو استنباط کرتے ہیں اس کی حقیقت کو جان لیتے۔

اس آیت میں قیاس کے جواز پر دلیل ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک علم وہ ہے جو قرآن وحدیث سے حاصل ہوتا ہے اور ایک علم وہ ہے جو قرآن وحدیث سے استنباط وقیاس سے حاصل ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ امور دینیہ میں ہر شخص کو دخل دینا جائز نہیں، جو اہل علم ہیں ان کو تفویض کرنا چاہیے پھر جس طرح وہ فرمادیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔

تقلید کا ثبوت احادیث مبارکہ سے:

اجتہاد و تقلید کے ثبوت میں حضرت معاذ بن جبل . کی حدیث جو اوپر گذری بہت مشہور ہے اس کے علاوے درج ذیل احادیث و آثار بھی قیاس کے حجت ہونے پر واضح دلیل ہیں

☆حضرت عمر . نے روزے کی حالت میں عورت کے بوسہ کے متعلق حکم شرعی دریافت فرمایا تو اللہ کے رسول ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا

"ار أیت لو تمضمضت بماء ثم مججتہ أکان یضرك"

یعنی بھلا بتاؤ تو سہی کہ اگر تم پانی سے کلی کرو پھر اسے پھینک دو تو کیا تمہارے روزے کو نقصان پہنچائے گا؟

اس حدیث شریف میں قیاس کی تعلیم دی گئی ہے کہ منہ میں پانی داخل کرنے سے اگر چہ پینے کا راستہ کھل جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود صرف منہ میں پانی داخل کرنے سے پانی پینا نہیں پایا جاتا ٹھیک اسی طرح روزہ کی حالت میں عورت کا بوسہ لینے سے قضائے شہوت کے راستے کھل جاتے ہیں لیکن صرف اس سے قضائے شہوت نہیں ہوجاتی ہے۔ تو جس طرح منہ میں پانی داخل کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا جب تک حلق کے نیچے نہ اترے، اسی طرح بوسہ سے بھی روزہ فاسد نہ ہوگا جب تک انزال نہ ہوجائے۔

☆قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ !میرے والد بہت ضعیف ہیں سواری پر سفر نہیں کرسکتے ہیں ان پر حج فرض ہوگیا ہے کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کروں ؟تو حضور اکرم ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا کرتی؟ کہا : ہاں۔ فرمایا تو اللہ کا قرض ادائیگی کے زیادہ لائق و مناسب ہے۔

یعنی جو حج ان کے ذمہ باقی ہے وہ دین ہے، لہٰذا اس کی طرف سے حج بدل ادا کرو۔ اس حدیث شریف میں قیاس کی تعلیم اور اس پر عمل کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ ☆☆☆

عقائد علماے چریاکوٹ

تاریخ ہند کے فراموش شدہ اوراق سے

محمد افروز قادری چریاکوٹی

تاریخی شواہد گواہ ہیں کہ برصغیر ہندوپاک میں نامور علمی خانوادے اور خانقاہی نظام صدیوں سے سوادِ اَعظم اہل سنت کے علما و مشایخ کے رہین منت رہے ہیں۔ یہاں ہمیشہ سے حال و قال کے زمزمے بھی الاپے جاتے رہے، اور معمولاتِ اہل سنت بھی علیٰ رؤوس الاشہاد اَدا کیے جاتے رہے۔ یوں ہی جیسے یہاں فروغِ سنت و سنیت کے لیے ہمہ جہت اقدام ہوتے رہے اسی طرح فکر واِعتقاد کو صیقل کرکے یہاں سے ہر دور میں قوم و معاشرہ کو نفع بخش اَفراد بھی فراہم کیے جاتے رہے؛ لیکن پھر کیا ہوا کہ جس طرح زندگی کے دیگر شعبے زوال واِنحطاط سے دوچار ہوئے، خانقاہی نظام اور علمی خانوادے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے - الا ماشاء اللہ - اور بعض خانقاہوں اور قدیم خانوادوں میں معروف بزرگوں کی شہرت کی بیساکھی پر نظام طریقت چلانے والوں نے تو مذہب و مسلک اور فکر و عقیدہ کے نام پر وہ لے دے مچائی کہ الامان والحفیظ۔

حالاتِ حاضرہ کے تناظر میں اگر انھیں 'خیر سلف' کا 'شر خلف' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا؛ کیوں کہ ان کے دین بیزار عمل سے خانقاہی نظام کی عظمت تو تہ و بالا ہوئی ہی، ستم یہ ہے کہ ہمارے خیر اَسلاف کی ذواتِ قدسیہ بھی موردِ طعن و تشنیع بن گئیں۔ اب عوام کے ذہن میں یہ شوشہ چٹکی لینے لگا کہ جیسے یہ اَخلاف ہیں ویسے ہی ان کے اَسلاف بھی رہے ہوں گے، حالانکہ 'چہ نسبت خاک را با عالم پاک'۔

بات یہیں پر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ اِس کی مار اور بھی آگے تک جاتی ہے، اور وہ یہ کہ آج ہندوپاک کے بیشتر علمی خانوادوں اور خانقاہی گدیوں پر اہلسنّت سے آنکھ مچولی کرنے والے اَفراد کا دبدبہ اور سنی عقائد و معمولات کو دور کا سلام کہہ دینے والے طبقے کا اَثر و رسوخ ہے، جو موقع کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے بلکہ ابن الوقتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بلاے بے درماں بن کر اِن پاک گدیوں پر آدھمکے ہیں۔ حالانکہ یہ علم آفریں خانوادے اور روحانیت پرور خانقاہیں تاریخی واِعتقادی تناظر میں اہل سنت کی حقیقی میراث ہیں؛ کیوں کہ ان بزرگوں کے مسلک و مشرب پر جادہ پیما اور اُن کے عقائد و نظریات کے بے باک ترجمان یہی خوش عقیدہ افرادِ اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔

اَب عوام تک اس کا ایک غلط تأثر یہ جاتا ہے بلکہ اسی کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ جس طرح موجودہ گدی نشینان [قبضہ کنندگان] غیر سنی (دیوبندی، وہابی) ہیں اُسی طرح ان کے اَسلاف بھی غیر سنی (دیوبندی، وہابی تھے۔ اگر یہ کوئی دو ایک خانقاہوں یا علمی خانوادوں کا معاملہ ہوتا تو شاید یہ سطریں سپردِ قرطاس نہ کی جاتیں بلکہ تحقیق و تفتیش کے بعد ہندوپاک میں ایسی سینکڑوں خانقاہیں ملی ہیں جن پر آج وہابیائی شامیانہ تنا ہوا ہے، حالانکہ وہابیت شکنی ہی کے لیے وہ خانقاہیں معمورۂ وجود میں آئی تھیں۔ ع: ناطقہ سر بہ گریباں ہے اِسے کیا کہیے

کچھ ایسی ہی دردناک اور رشک مظلومیت کہانی خانوادۂ چریاکوٹ کی بھی ہے۔ یہاں کے اکابر و مشاہیر عباسیان ہمیشہ سے سوادِ اَعظم اہل سنت کے عظیم دھارے سے نہ صرف جڑے رہے بلکہ فروغِ اہل سنت و جماعت میں اپنا عالمانہ اور قائدانہ کردار بھی اَدا کرتے رہے (حقائق آگے آتے ہیں) لیکن شومیٔ قسمت کہ آج اسی خانوادے سے کچھ ایسے اصحابِ علم ہویدا ہو رہے ہیں جن کا ڈانڈا فکر واِعتقاد میں اُن کے خیر اَسلاف سے ملائے نہیں ملتا؛ اور مسلکی اِعتبار سے یہ اُن سے بہت دور بالکل الگ تھلگ کھڑے دکھائی دیتے ہیں؛ مگر چونکہ ان کا اسی خانوادے سے ہونے کا دعویٰ ہے؛ اس لیے اب عوام کے ذہن میں یہ شوشہ ڈالنے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے کہ جن بدیسی عقائد و نظریات کے ہم حامل و عامل ہیں ہمارے اَسلافِ چریاکوٹ بھی انھیں معتقدات پر قائم تھے۔ گویا وہی بات ہوئی کہ ع: خود بدلتے نہیں قرآن بدل دیتے ہیں

میں چاہوں گا کہ میری یہ تحریر اُن نوجوان علماے اہل سنت کے لیے ایک تحریک اور پیمانہ ثابت ہو جو اپنے سینے میں قوم و ملت کا

afrozqadri@gmail.com

حقیقی درد، اور اس کی عظمت رفتہ کی بازیابی کے لیے سرفروشانہ عزم رکھتے ہیں، اُٹھیں اور ایسی قدیم خانقاہوں اور علمی خانوادوں کے آثار وباقیات کی تحقیق وتحلیل کریں جن پر ہمارے تغافل وتکاسل کے باعث کچھ ایسے 'شرِخلف' نے ناجائز قبضہ جما رکھا ہے جو روحانیت کے ازلی دشمن اور متقداتِ اہل سنت کے سراسر باغی ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ اُمت مسلمہ کے حقیقی وارث اُٹھیں اور حکمت ومصلحت کے اسلحے سے لیس ہوکر بزرگوں کی ہڈیاں چبانے والی اس نامراد قوم سے برسرپیکار ہوں؛ تاکہ روحانیت کو زندگی ملے اور بزرگوں کی روحوں کو کسی طرح کا گزند نہ پہنچے۔ اس مجاہدانہ عمل میں قدم بقدم خدا کی رحمتیں آپ کے شامل حال ہوں، اور اس زہرہ گداز کام کی آپ کو توفیق خیر ملے۔ آمین یارب العالمین۔

اس سلسلے میں میرے کچھ پاکستانی اَحباب نے بڑی خوش آئند پیش رفت کی ہے اور ایسے کئی خانوادوں کی بازیافت کرلی ہے جہاں غیروں نے موقع کا فائدہ اُٹھاکر غاصبانہ قبضہ جمار کھا ہے۔ اب اس کے تعاقب وتدارک کے لیے وہ اپنی سی کوششیں فرمارہے ہیں۔ اِس پانی پتہ کردینے والی مہم میں اللہ ان کا بھی حامی وناصر ہو۔

اِس باب میں میری یہی کوشش ہے کہ علماے چریاکوٹ کے صحیح معتقدات کا ایک اِجمالی خاکہ آپ کے سامنے رکھ دوں؛ تاکہ حقیقت کا سورج خط نصف النہار پر آجائے اور دجل وفریب کے سارے اندھیرے اپنی موت آپ مرجائیں۔ وماتوفیقی الاباللہ علیہ توکلت والیہ اُنیب۔

چریاکوٹ کی سرزمین نے سیکڑوں علما وفضلا اور صوفیہ ومشایخ کو جنم دیا ہے جو اپنے اپنے وقتوں میں فضل وکمال کے آفتاب وماہتاب رہے، اور زمانے کو مستفیض کرتے ہوئے جوارِ رحمت الٰہی میں پناہ گزیں ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے عقائد ونظریات کو اِنفرادی طور پر تفصیل کے ساتھ بیان کیا جائے تو اس کے لیے دفتر درکار ہوگا؛ اس لیے سردست صرف مشاہیر علماے چریاکوٹ کے اَفکار ومعتقدات کے ذکر پر ہی اِکتفا کیا جاتا ہے۔

تاریخی شواہد وبراہین کی روشنی میں یہ بات بلاخوف لومۃ لائم کہی جاسکتی ہے کہ دبستان چریاکوٹ سے وابستہ علما وفضلا ہمیشہ سوادِ اعظم اہل سنت وجماعت کے عظیم دھارے سے نہ صرف وابستہ رہے بلکہ زمانے کو اس سلسلہ زرّیں سے جوڑنے کی تاحیات سعی مشکور بھی فرماتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدیاں بیت جانے کے باوصف چریاکوٹ کے عوام آج بھی عقائد ومعمولاتِ اہل سنت پر پامردی اور دلجمعی کے ساتھ قائم ودائم ہیں۔ گویا علماے ومشایخ چریاکوٹ نے انھیں جو عقیدہ ومسلک سکھایا بتایا، وہ صدیوں سے اسے اپنے سینہ ودل سے لگائے چلے آرہے ہیں۔ اور آج بھی وہ- الحمدللہ- سنی صحیح العقیدہ ہی ہیں۔

آپ کے علم میں شاید یہ بات ہوگی کہ علامہ محمد فاروق عباسی چریاکوٹی (م۱۳۲۷ھ) نے میلاد وفاتحہ وغیرہ کے تعلق سے مشہور ومعروف کتاب 'انوارِ ساطعہ' پر ایک جاندار تقریظ رقم فرمائی ہے اور اُس کے مندرجات سے اپنی کلی موافقت کا اِظہار فرمایا ہے۔ اگر یہ کتاب اُن کے عقائد ومعمولات سے کچھ مختلف ہوتی تو وہ بھلا اس پر تقریظ ہی کیوں لکھتے، اور اگر کتاب کے بعض مباحث ومسائل سے علامہ کو کوئی اِختلاف ہوتا تو وہ یقینا برملا اسے بیان فرمادیتے۔

آج بھی بہت سے تقریظ نگار جب کتاب کے کسی مسئلے سے متفق نہیں ہوتے تو بلا تکلف اُسے لکھ کر اس سے اپنی عدم موافقت کا اظہار کردیتے ہیں، اور پھر مصنف اسے یوں ہی باقی رکھ کر طبع کرادیتا ہے، اِس علمی اَمانت میں خیانت کا اسے کوئی حق نہیں ہوتا۔ تو پھر علامہ فاروق تو علامہ فاروق تھے، اگر اس کتاب کے کسی مسئلے سے انھیں اختلاف ہوتا تو وہ بلاخوفِ لومۃ لائم ضرور اُسے ضبط تحریر میں لاتے۔ چریاکوٹی علما کا یہ خاصہ رہا ہے کہ انھوں نے کبھی کسی معاملے میں کسی مداہنت سے کام نہیں لیا، جسے سچ جانا اسے سچ کہا اور جھوٹ کو ہمیشہ جھوٹ بتایا۔

انوار ساطعہ میں کیا ہے یہاں اس کے مباحث کی مختصر سی جھلک پیش کردینا خالی از فائدہ نہ ہوگا: میلاد وقیام کا ثبوت... کھانا اور شیرینی پر فاتحہ، نیز تیجہ، چالیسواں، اور برسی وغیرہ کا ثبوت... مخالفین میلاد کے اِعتراضات کا جواب... بدعت کی سیر حاصل بحث... عرس کا جواز... قبرشریف پر دست بستہ کھڑا ہونا... انبیا واولیا کی روحوں کا چلنا پھرنا اور تصرف کرنا... حضور کو غیب کا علم ہونا... قبورِ مشائخ وعلما پر قبے بنانا... ندائے یارسول اللہ کا جواز وغیرہ۔

☆ تفصیل کے لیے دیکھیں انوار ساطعہ دربیان مولود وفاتحہ، از مولانا عبدالسمیع بے دل رام پوری خلیفہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی۔

یہ اور اس طرح کی بہت سی دوسری علمی اور معتقداتی بحثیں قریبًا آٹھ سو صفحات پر اس میں پھیلی ہوئی ہیں۔ راقم الحروف کی تسہیل

وتخریج کے ساتھ یہ کتاب ہندوپاک کے کئی معروف مکتبوں سے بار بار چھپ چکی ہے، اور مارکیٹ میں دستیاب بھی ہے۔ آپ اس کا مطالعہ کرتے جائیں اور سمجھتے جائیں کہ معمولات وعقائد اہل سنت وجماعت کے تعلق سے یہی علماے چریاکوٹ بالخصوص مولانا محمد فاروق عباسی چریاکوٹی کے بھی معتقدات رہے ہیں۔

اس کے علاوہ وہابیوں، سلفیوں اور غیر مقلدوں کے رد میں علامہ محمد منصور علی مرادآبادی علیہ الرحمہ کی تصنیف کردہ جلیل القدر کتاب 'فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین' -جو آج تک غیر مقلدوں کے لیے کھلا چیلنج ہے اور جس کا جواب اُن کے سر پر قرض ہے- اس کا ضمیمہ مولانا عبدالعلی آسیؔ مدراسی نے 'تنبیہ الوہابیین' کے نام سے لکھاہے، اس پر بھی بہت سے علماومشائخ کے ساتھ مولانا فاروق عباسی نے ایک بڑی ہی جاندار اور فکر انگیز تقریظ رقم فرمائی ہے۔

یہ پوری کتاب غیر مقلدوں، سلفیوں اور وہابیوں کے عقائد و اَفکار کے رد وابطال میں لکھی ہے، جس پر تقریظ لکھ کر مولانا فاروق نے گویا وہابیہ وسلفیہ کے نظریات ومعتقدات کی تردید اوراس کتاب کے مشمولات سے کلی موافقت کا اظہار فرمادیا ہے۔

☆ تفصیل کے لیے دیکھیں تنبیہ الوہابیین، از مولانا عبدالعلی آسی مدراسی۔ ضمیمۂ فتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین، از مولانا محمد منصور علی مرادآبادی۔ مطبوعہ از دارالعلم والعمل فرنگی محل، لکھنؤ۔

قصیدۂ بُردہ شریف جسے ہر دور میں اکابرین واَساطین اہل سنت نے حرزِ جاں بنایا اور اپنے معمولات میں شامل رکھا، اور جس کی قراءت وسماعت ڈھیروں برکات کی موجب رہی ہے اوراُمت میں صدیوں سے ذوق وشوق سے پڑھااور سنا جاتا رہاہے، اب سعودی علما اور اُن کے ایجنٹوں نے نہ صرف اسے ناجائز وحرام قرار دیاہے، بلکہ سعودی کے کتب خانوں سے بھی اسے ہمیشہ کے لیے نکال باہر کیاہے، اُس قصیدہ بردہ کے اشعار کا استعمال علامہ عنایت رسول عباسی چریاکوٹی (م۱۳۲۰ھ) نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب 'بشریٰ' میں کثرت سے کیا ہے۔ علاوہ بریں اِستغاثے کا یہ شعر بھی ہر دوسرے تیسرے صفحے پر مولانا فرطِ عقیدت اور وفورِ جذباتِ محبت میں رولتے نظر آتے ہیں۔

علیك سلام الله یا أكرم الورىٰ
ومن هو في الدارین للخلق شافعٗ

☆تفصیل کے لیے دیکھیں، بشریٰ، از مولانا قاضی عنایت رسول عباسی چریاکوٹی۔ از تلامذۂ سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی۔ مطبوعہ شروانی پرنٹنگ پریس، علی گڑھ۔

یوں ہی مولانا مفتی ظہور الدین احمد عباسی چریاکوٹی نے بھی میلاد وقیام کے تعلق سے کیے گئے ایک سوال کے جواب میں پوری ایک کتاب ہی لکھ دی ہے۔ اور اس میں متقدمین علما وفقہا کی عبارتوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ میلاد النبی منانا اور اس کے لیے قیام تعظیمی کرنا نہ صرف جائز بلکہ کارِ ثواب ہے۔

میرا وجدان کہتا ہے کہ اگر مفتی ظہور الدین عباسی چریاکوٹی کا یہ مسلک وموقف نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی میلاد وقیام کے جواز کا فتویٰ نہ دیتے، خاموش رہ جاتے یا اس کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دے ڈالتے!۔ کیا بعض کج طبع علما نے میلاد کو ناجائز وبدعت نہیں لکھ مارا ہے؟! مگر چونکہ یہ مولانا کی خاندانی روایت اور تاریخی تسلسل کے خلاف تھا اس لیے میلاد وقیام کے جواز کا فتویٰ دے کر انھوں نے مکین گنبد خضرا کی رضا جوئی نیز خود کو اسی 'شجر سایہ دار' سے جوڑے رکھنے کی سعی مشکور کی ہے۔

☆تفصیل کے لیے دیکھیں سبل السلام در ثبوت میلاد وقیام، از مولانا مفتی ظہور الدین حنفی عباسی چریاکوٹی۔ مطبوعہ ملت پریس، اعظم گڑھ، باہتمام شاہ فضل اللہ قادری اعظمی۔

اسی طرح خطے کے نامور عالم وفاضل مولانا نجم الدین عباسی چریاکوٹی (م۱۳۰۷ھ) نے میلادِ مصطفیٰ کی اہمیت وعظمت پر مشتمل ایک شاندار منظوم کتاب 'خمسہ محمدیہ' کے نام سے تصنیف کی، جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر بھی آچکی ہے۔ جس سے اُن کی خوش اِعتقادی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتاہے۔

☆تفصیل کے لیے دیکھیں خمسہ محمدیہ، از مولانا نجم الدین نجم عباسی چریاکوٹی۔ مطبوعہ منشی نول کشور، لکھنؤ ۱۸۷۱ء

اور پھر مولانا محمد محسن عباسی چریاکوٹی کی خوش عقیدگی اور عشق نبوی میں شیفتگی ووارفتگی کا کیا کہنا!۔ وہ نہ صرف نعت گو شاعر تھے، بلکہ فروغ نعت کے لیے اُنھوں نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ وقف کر رکھا تھا۔ ذاتِ مصطفوی سے فقط عشق ومحبت کا دعویٰ ہی نہ تھا بلکہ عملی طور پر وہ ہر سال جشن میلاد النبی ﷺ کا بڑے تزک واحتشام کے ساتھ اعلیٰ پیمانے پر انعقاد کیا کرتے تھے۔ اور حاضرین کو جہاں شیرینی

بانٹتے تھے، وہیں اپنے مطبوعہ نعتیہ کلام سے بھی نوازتے۔

☆تفصیل کے لیے دیکھیں، تاریخ ادبیات گورکھ پور... نیز دبستان گورکھ پور۔

یہ دیکھیں سیف الاسلام مولانا یٰسین عباسی (م ۱۳۴۴ھ) بن مولانا محمد فاروق عباسی چریاکوٹی ہیں، جو غیر منقسم ہندوستان کے تاریخ کی سب سے بڑی کانفرنس -جس کی سطوت و شوکت کا نظارہ چشم فلک نے شاید کبھی نہ دیکھا ہو، اور شاید کبھی نہ دیکھ سکے- یعنی 'آل انڈیا سنی کانفرنس' کی نظامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، جس میں اکابر علمائے اہل سنت کے ساتھ بڑی کثرت سے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت محدث بریلوی کے خلفا و تلامذہ رونق اسٹیج تھے، اور کانفرنس کو کامیابیوں سے ہمکنار کرنے میں اپنا کردار ادا کر رہے تھے۔ اس کے اصل محرک وروح رواں علامہ صدر الافاضل اور سنوسیِ ہند شیخ سید جماعت علی شاہ علیہما الرحمہ تھے۔ اور اس کانفرنس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ معمولاتِ اہل سنت کا فروغ نیز مسلمانانوں کے ایمان وعقیدہ کا تحفظ ہو۔

☆تفصیل کے لیے دیکھیں ہفتہ واری اخبار 'الفقیہ' امرتسر، پنجاب: جلد ۸۔ ۱۸/ شوال ۱۳۴۳... نیز خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، از مولانا جلال الدین قادری مطبوعہ پاکستان۔

یہی نہیں جامعہ فاروقیہ بنارس میں ایک تاریخ ساز عظیم الشان اِجلاس ہوا جس میں عمائدین واکابرین قوم وملت شریک ہوئے اور عوام وخواص اہلسنّت کو امام احمد رضا کے نظریۂ حق اور حسام الحرمین کے فکر و اِعتقاد کے مطابق زندگی گزارنے کا ریزولوشن پاس ہوا تو اس کی تصدیق و تائید کرنے والے علما میں مولانا یٰسین عباسی چریاکوٹی بھی تھے۔

انجمن اِشاعۃ الحق بنارس کے ریکارڈ میں جن مشائخ کرام کی دستخطی تائیدات موجود ہیں ان میں سے ایک عمدۃ المقررین، قدوۃ الفلسفین حضرت مولانا مولوی محمد یٰسین صاحب چریاکوٹی بھی ہیں۔

☆تفصیل کے لیے دیکھیں: مخدومِ بنارس، از مولانا عبدالمجتبیٰ صدیقی رضوی: ص ۱۳۔

یوں ہی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی قائم کردہ 'جماعت رضائے مصطفیٰ' جس کی شاخیں ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی تھیں، مرادآباد میں اس کی ایک شاخ 'انجمن اہل سنت' کے نام سے بھی قائم تھی، جہاں سے دین وسنیت کے تحفظ و توسیع کا مختلف حیثیتوں سے متعدّد محاذوں پر کام ہو رہا تھا۔ اس انجمن کے صدر الصدور علامہ صدر الافاضل سید نعیم الدین اور ناظم الامور مولانا یٰسین عباسی چریاکوٹی تھے۔ یوں ہی ہندوستان کی چوٹی کی کانفرنسوں میں مولانا یٰسین اسلامیان ہند کے ایمان و عقیدہ کو گھنی چھاؤں عطا کرتے اور انھیں کفروشرک کی بادِ سموم سے بچاتے نظر آتے ہیں۔

☆تفصیل کے لیے دیکھیں، تاریخ جماعت رضائے مصطفیٰ، از مولانا شہاب الدین رضوی۔

اور پھر اخیر میں چریاکوٹ کے آخری عالم ربانی علامہ احمد مکرم عباسی چریاکوٹی (م ۱۳۷۱ھ) نے اپنی ایک اِستغاثاتی نظم میں جس انداز سے پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ سے مدد طلب کی ہے اس سے یہ اندازہ کرلینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ وہ اہل اللہ اور اولیائے کرام سے توسل واِستمداد کے نہ صرف قائل تھے بلکہ اس پر عامل بھی، اِستغاثے کے ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎

ناوِ اُمیدِ مکرّم بہ تباہی اُفتاد
غوث پیراں مددے خسرو جیلاں مددے

یعنی احمد مکرّم کی اُمید وآس کی کشتی تباہی وہلاکت کے بھنور میں آپھنسی ہے۔ تو اے غوث اعظم پیران پیر میری امداد کیجیے۔ اے شاہِ جیلاں (اس مشکل گھڑی سے) مجھے نجات دلوائیے۔

اِستیعاب مقصود نہیں؛ ورنہ تلاش وتحقیق سے فکر واِعتقاد کے مزید گوشے آشکار کیے جاسکتے تھے۔ تو مجموعی طور پر یہ تھے علمائے چریاکوٹ کے عقائد و معمولات جن کی وہ پوری زندگی لوگوں کو تعلیم دیتے رہے اور خود بھی اُن پر عمل پیرا رہے۔ مندرجہ ذیل 'وصایا برائے عباسیانِ چریاکوٹ' سے بھی بہت سے حقائق چھن کر سامنے آتے ہیں۔

نئی پود نئی سوچ :

چھائے رحمت کی گھٹا' کو ٹوز مزم برسے
آرزو ہے وہی برسات کا موسم آئے

ایک طویل وقفے کے بعد آج خانوادۂ عباسیہ سے ایک بار پھر اہل علم کی کچھ دھمک سی محسوس ہو رہی ہے۔ کئی دہائیوں کا جمود ٹوٹا تو کچھ نوجوان فضلا معمورۂ وجود میں آئے۔ یہ اَمر ہمارے لیے جتنا خوش آئند ہے اُتنا ہی غیر اطمینان بخش بھی؛ کیوں کہ اُصول یہ ہے کہ 'پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ'۔ تو جب 'شجر' سایہ دار بلکہ رشک

باغ و بہار ہو تو یقیناً اُس سے وابستگی ہی ہر فلاح وظفر کا اوّلین زینہ قرار پائے گی۔

لیکن اِس خانوادے سے سر دست اُٹھنے والے اہل علم کا سر رشتہ بظاہر ماضی و حال کے علماے چریاکوٹ کی خوش عقیدگی سے غیر مربوط نظر آرہا ہے۔ نیز اُن کی دعوت و تبلیغ، اور ان کے افکار و نظریات بتارہے ہیں کہ وہ اپنے آبائو اَجداد کی سچی روشِ عالمانہ پر قائم نہیں، اور اُن کے مسلک واِعتقاد سے اُن کا اِنحراف صاف عیاں ہے۔ نتیجتاً ان کی تبلیغ (نہیں بلکہ تفریق) کے باعث چریاکوٹ کی وحدت ' پارہ پارہ ہو رہی ہے، اور عوام دو پاٹوں میں بٹے جارہے ہیں۔

راہِ اتحاد: علماے چریاکوٹ کے عقائد و نظریات اوپر بیان کردیے گئے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ عباسیانِ چریاکوٹ کے اَخلاف واَحفاد ہونے کا دعویٰ کرنے والوں میں اگر کسی نے ان معمولات کا اِنکار کیا، یا انھیں بدعت قرار دیا، تو یہ اِس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ اپنے اَسلاف کی روش سے منحرف اور ان کے معتقدات سے باغی ہوگئے ہیں؛ اسی لیے اب انھیں نہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفلیں بھاتی ہیں...، نہ قیام تعظیمی کے لیے اُن کے پائوں اُٹھتے ہیں... فاتحہ وچالیسواں سے بھی بیزار ہوگئے ہیں...، اور معمولات اہل سنت کی ہر چیز پر شرک و بدعت کا فتویٰ داغ رہے ہیں...، اہل اللہ سے عقیدت کا بھرم بھی جاتارہا...، توسل واِستمداد وہ کیا جانیں...، 'ندائے یارسول اللہ' اُن کے حلق کا کانٹا بن گیا...، اور علم غیب رسول کے بھی وہ اِنکاری ہو بیٹھے ہیں۔

الغرض! ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ پورے طور پر سلَفیت ووہابیت کے زیر اثر ہیں، اور وہابی تحریک کے شانہ بشانہ چل رہے ہیں، اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں، اور اُن کے افکار و عقائد کی ترویج واِشاعت میں اپنا 'داعیانہ' کردار اَدا کر رہے ہیں۔ کاش! وہ یہ سمجھ پاتے کہ اُن کے آباو اَجداد کیا تھے، اور یہ لوگ اَب کیا ہیں اور انھیں کیا اور کیسا ہونا چاہیے؟۔

شاید علامہ احمد مکرم عباسی چریاکوٹی کو ایسے ننگ اَسلاف کا کچھ اِحساس ہو چلا تھا؛ اس لیے جاتے جاتے وہ بڑے پتے کی بات فرما گئے ہیں۔

بے علم کسے ہست کہ بدتر ز پسر است
بے جاست ہمہ فخر نسب را و حسب را
بدنامی آبائی شود شہرۂ آفاق
اولاد نہ دانند اگر اخلاق واَدب را

یعنی زیورِ علم سے عاری بیٹا بدترین انسان ہے۔ اسے یہ زیب نہیں دیتا کہ محض اپنے حسب و نسب کی بلندی پر فخریہ اتراتا پھرے۔ اور اگر اولاد اخلاق کی صحیح قدروں سے ناواقف اور شیوۂ اَدب سے بے بہرہ ہو تو اپنے آباو اَجداد کی جگ ہنسائی کا سبب بن جاتی ہے۔

اِس موجودہ پود نے اپنے آباو اَجداد کی اِعتقادی روش سے ہٹ کر یہ ثابت کردیا ہے کہ یہ اپنے اَسلاف کی نیک نامی کی علم بردار نہیں بلکہ - بدقسمتی سے - بدنامی آبائی کی مرتکب ہو رہی ہے۔ خدا اِسے توفیق خیر سے نوازے، اور اُسی شجر سایہ دار سے وابستہ رہنے نیز اپنے روشن و تابندہ ماضی سے مربوط ہونے کی ہمت و جرأت بخشے؛ ورنہ اُن کی تبلیغِ جدید کے تیور سے چریاکوٹ کے عوام مسلکی اِعتبار سے شش و پنج میں مبتلا ہوتے چلے جارہے ہیں، اور معمولاتِ اہل سنت کی بجاآوری میں غفلت و کوتاہی برت رہے ہیں۔

رونا اس بات کا ہے کہ سنیوں کو تبلیغ کی فرصت نہیں، اور غیروں کو تبلیغ سے فرصت نہیں؛ نتیجتاً عوام کالانعام کارندوں کے پیچھے چلنے میں عافیت محسوس کررہے ہیں۔ خداوند عالم' چریاکوٹ کے سنی علما پر خاص الخاص کرم فرمائے۔ ہمیں علماے چریاکوٹ کے منہاج و خطوط پر کام کرنے کی توفیق بخشے۔ اور چریاکوٹ کے اتحاد و اِتفاق کی فضا کو اِفتراق کے تکدر سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتومی گویم
توخواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

☆ یہ ساری تفصیلات فقیر قادری کی زیر ترتیب کتاب 'تذکرۂ علماے چریاکوٹ' کے ایک باب سے ماخوذ ہیں۔ - چریاکوٹی -

☆☆☆☆

بہار میں ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں

(۱)

رضا بک ڈپو

مقام و پوسٹ پریہار، ضلع سیتامڑھی، بہار

(۲)

انڈیا بک اسٹور

چوڑی پٹی چوک، پوسٹ و ضلع کشن گنج، بہار

شعائیں

زکاۃ کے بنیادی مقاصد

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی

زکاۃ کا مفہوم تزکیہ، پاکیزگی، صفائی، آفزائش، نشونما اور فلاح کے ہیں۔ اسلام کے ارکان اربعہ میں سے زکاۃ جو ایک عظیم رُکن ہے قرآن و حدیث و شریعت نے تفصیل سے اس کے احکامات بیان کیے ہیں۔ زکاۃ کے داخلی اسرار و احکام کے بارے میں آئمہ اسلام نے مستقل کتابیں اور ابواب تحریر کیے ہیں۔ حکیم الامت سیدنا امام غزالی قدس سرہ نے اپنی تصنیف احیاء العلوم اور کیمیاے سعادت میں بڑی نفیس گفتگو فرمائی ہے۔ تفصیل کے لیے ان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

دیکھیے مولیٰ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی تمام خرابیوں سے حفاظت کا کتنا شاندار انتظام فرما دیا ہے۔ آج بھی اگر سارے صاحبانِ نصاب زکاۃ نکال دیں تو کوئی مسلمان بھوکا، پیاسا، ننگا یا جاہل نظر نہ آئے گا۔ اسی کی ہلکی سی نظر دیکھنا ہو تو سکھوں میں دیکھئے کہ کوئی سکھ سڑکوں پر فقرا کی طرح بھیک مانگتا نظر نہ آئے گا۔ اس سے اُمرا کی معاشرتی اصلاح ہوتی ہے کہ زکوۃ میں جب رقمیں نکلتی رہیں گی تو افراطِ زر کی مصیبت در پیش نہ ہوگی بلکہ خدا کی دی ہوئی نعمت (دولت) اُس کے بندوں میں گردش کرتی رہے گی۔ اس میں بہت سے فوائد اور حکمتیں ہیں، کاش مسلمان اسے سمجھ لے۔

زکاۃ کا حقیقی اور بنیادی مقصد تزکیہ نفس۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: اس جہنم سے دور رکھا جائے گا وہ شخص جو اللہ سے بہت ڈرنے والا ہے، جو اپنا مال دوسروں کو دیتا ہے، پاک ہونے کے لیے۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے: ترجمہ: اِن کے مالوں میں سے صدقہ لے کو، جس کے ذریعہ انہیں پاک کرو اور ان کو دُعا دو، بلا شبہ آپ کی دُعا ان کے لیے باعثِ اطمینان ہوگی اور اللہ سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ (التوبہ)

حدیث پاک میں صدقہ و خیرات کی فضیلت:

حدیث پاک میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جو مال اِنسان صدقات و خیرات کے طور پر اللہ کی راہ میں دوسروں پر خرچ کرتا ہے وہی مال در اصل اسکا مال ہے اور جو مال وہ چھوڑ جاتا ہے وہ اس کے وارث کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے: تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کروگے اللہ اس کا پورا پورا بدلہ دیگا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

حضرت اسما بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا تَوْکِیْ فَسُیُوْکِیْ (متفق علیہ) تو ذخیرہ کر کے نہ رکھا کر تجھ پر وہ منجمد کر دیا جائے گا یعنی اگر تم خرچ کروگی تو اللہ دیتا رہے گا۔

زکاۃ کی اہمیت و افادیت: جب ایک صاحبِ نصاب مسلمان اپنے مال کی زکاۃ نکالتا ہے تو اس کے مال کے ساتھ اس کا دل بھی پاک و صاف ہو جاتا ہے اور مال میں خیر و برکت آجاتی ہے۔ زکاۃ بندے کا تعلق خدا سے جوڑتی ہے۔ زکاۃ کو حکومتوں کے ٹیکس کی طرح محض ایک ٹیکس نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ پوری خوش دلی کے ساتھ اس کی ادائگی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ بندہ مومن مال کو اللہ کی امانت سمجھتا ہے اور وہ اپنے مولا و مالک کو راضی کرنے کے لیے اُس کے دیے ہوئے مال کو اُس کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لیے سعادت و نیکی کے حصول کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ قرآن کریم ترجمہ: اہلِ ایمان کو اس حقیقت کی جانب اس طرح متوجہ فرماتا ہے۔: تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

زکوۃ کی اہمیت کا اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہوگا کہ یہ اسلام کے اُن پانچ ستونوں میں سے ایک ہے جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے۔ قرآن کریم میں جس کثرت کے ساتھ نماز اور زکاۃ کا ساتھ ساتھ ذکر ہے کسی اور کا حکم اتنا نہیں ملتا۔ دل کو دہلا دینے والے عذاب کا ذکر بھی ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے زکاۃ کی اہمیت پر بڑی دلنشیں

اور جامع روشنی ڈالی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں: زکاۃ اعظم فرائض دین واہم ارکان اسلام سے ہے۔ لہٰذا قرآن عظیم میں بتیس جگہ پر نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس اہم فرض کی طرف بلایا اور صاف صاف فرمادیا کہ بوجھ نہ سمجھنا کہ زکاۃ دینے سے اتنا مال کم ہوگیا بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔ سورہ بقرہ۔ ترجمہ: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔ بعض درختوں میں کچھ اجزاء فاسدہ اس قسم کے پیدا ہوجاتے ہیں کہ پیڑ کی اُٹھان کو روک دیتے ہیں۔ احمق نادان انہیں تراشنے سے منع کرتے ہیں کہ میرے پیڑ سے اتنا کٹ جائے گا کم ہوجائے گا۔ ہر عاقل ہوش مند تو جانتا ہے کہ ان کے چھاٹنے سے یہ تو لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ مُرجھا کر رہ جائے گا، یہی حساب زکاتی مال کا ہے۔ حدیث پاک میں ہے حضور پُر نور ﷺ فرماتے ہیں: زکاۃ کا مال جس مال میں ملا ہوگا اُسے تباہ برباد کر دے گا۔ (راواہ البزار و بیہقی عن اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

زکاۃ کا اجتماعی نظم:

اسلامی زندگی میں جس طرح نماز اجتماعی طور پر ادا کی جاتی ہے اسی طرح زکاۃ کے لیے بھی اجتماعی نظم قائم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ زکاۃ کی وصولی اور تقسیم کا بہتر انتظام ہوسکے، اسلام کا تمام نظام اجتماعیت کے ساتھ مطلوب و پسندیدہ ہے۔ اسی طریقہ پر نبی ﷺ اور خلفاء کا عمل بھی تھا۔ اسی چیز کی طرف قرآن میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ان کے مالوں میں سے زکاۃ وصول کر کے ان کو پاک وصاف کردو۔ (سورہ توبہ آیت ۱۰۳) نماز جس طرح جماعت اور مسجد کے بغیر بھی انجام پاجاتی ہے لیکن فرضیت کے بعض مقاصد سے دور ہوجاتی ہے۔ اس طرح زکوۃ بھی بیت المال کی مجتمع صورت کے علاوہ بھی ادا ہوجاتی ہے مگر اسکی فرضیت کے مقاصد فوت ہوجاتے ہیں۔ یہی سبب تھا کہ حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں بعض قبیلوں نے یہ کہا کہ وہ زکاۃ بیت المال میں داخل نہ کریں گے بلکہ بطور خود اس کو صرف کردیں گے۔ تو آپ نے اس تجویز کو قبول نہیں کیا اور بزور ان کو بیت المال میں داخل کرنے پر مجبور کیا۔ آج کروڑوں صاحبِ نصاب کی موجودگی کے باوجود اجتماعی زکاۃ کا نظام نہ ہونے کی وجہ سے زکاۃ کو انفرادی طور پر صرف کرنے کا رواج عام ہوچکا ہے۔ اس کی وجہ سے آج مسلم معاشرہ میں کوئی خیر و برکت نہیں نظر آتی۔

زکاۃ کی ادائگی کے مصارف:

مصارف زکوۃ کے سلسلے میں قرآنِ حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: زکاۃ تو ان ہی لوگوں کے لیے ہے جو محتاج اور نرے نادار ہوں۔ جو اُسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دِلوں کو اسلام سے اُلفت دی جائے اور گردنیں (مصیبت سے نجات دلانے) چھوڑانے میں، قرض داروں کو اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ (سورہ توبہ، آیت نمبر ۶۰)

عامل وہ لوگ ہیں جو زکاۃ وصول کرنے کے لیے بادشاہ اسلام کی طرف سے مقرر ہوں۔ ان کی تنخواہ زکاۃ سے دی جائے اگرچہ وہ غنی ہوں (بشرط سید ہاشمی نہ ہوں۔ سید حضرات اگر عامل (تحصیل دار) ہوں تو انہیں دوسرے مال سے تنخواہ دو زکاۃ سے نہ دو) یعنی وہ کفار جن کے ایمان کی اُمید ہو۔ یا وہ نومسلم جن کے دلوں میں ابھی ایمان جاگزیں نہیں ہوا ہے یا وہ سخت کافر جس کے فتنے کا اندیشہ ہو۔ پہلی اور تیسری قسم خارج ہوچکی ہیں۔ دوسری صورت اب بھی مصرفِ زکاۃ ہے اس طرح کہ مکاتب غلام کو زکاۃ سے مال دو۔ مکاتب وہ غلام ہے جسے مولا نے کہہ دیا ہو کہ اتنا روپیہ دے دے تو تو آزاد ہے۔ یعنی بے سامان غازی ہو۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ زکاۃ صرف ان لوگوں کو دی جائے جو اسکے مستحق ہیں۔ لہٰذا مسجد، خانقاہ، مردے کے کفن میں نہ دی جائے ان کا کوئی مالک نہیں ہوتا۔ مسافر گرچہ مالدار ہو مگر سفر میں تنگ دست ہوگیا ہو تو اُسے بھی زکاۃ دے سکتے ہیں۔
(تفسیر نور العرفاں صفحہ ۳۱۲)

نبی ﷺ کا طریقہ اور حکم الٰہی:

نبی ﷺ جب صدقات تقسیم فرماتے تو بیمار دل لوگ طرح طرح کے اعتراضات کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے صدقات کے مستحقوں کا ذکر فرما کر معترضین کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا کہ مبادا کسی وقت کوئی مسلمان اس مد کی آمدنی کو بے جا صرف نہ کرنے لگے۔ نیز زکاۃ شریعت اسلامیہ کا ایک اہم ترین رُکن ہے اس لیے بھی اس کو وضاحت سے بیان کرنا ضروری تھا۔ زکاۃ کے یہ آٹھ (۸) مصارف سورہ توبہ کی مذکورہ آیت ترجمہ میں بیان کر دیے گئے ہیں۔ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یہ ایک جامع اصطلاح ہے جہاد سے لے کر دعوتِ دین اور تعلیم دین کے سارے کام "فی سبیل اللہ" کے حکم میں داخل ہیں ائمہ سلف کی بڑی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ یہاں فی سبیل اللہ سے مُراد جہاد فی سبیل اللہ ہے اور اس کا اِطلاق اُن تمام کوششوں پر ہوتا ہے جو کلمۃ اللہ کو بلند کرنے اور اللہ کے دین کو غالب آنے کے لیے کی جائیں خواہ وہ دعوت و تبلیغ کے لیے یا اشاعت دین اسلام کے لیے کی جائیں۔☆☆

آئینۂ حق

امام بخاری اور صحیح بخاری کے ساتھ
اہل حدیث کا رویہ

اظہار النبی حسینی مصباحی

میں اہل حدیث ہوں ۔ میرا تعلق جماعت اہل حدیث سے ہے۔ہم حدیث نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہیں۔وہ بھی صحیح احادیث پر۔صحاح ستہ کی احادیث پر بلکہ صحیحین کی احادیث پر۔نہیں بلکہ اکثر اوقات اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری کی احادیث پر۔اس دور میں واحد جماعت ہے جو صرف حدیثوں پر عمل پیرا ہے۔

گھبرائیے نہیں ! یہ میں اپنا تعارف نہیں بلکہ اس دور کی منہ میاں مٹھو نام نہاد جماعت اہل حدیث کا انھیں کی زبانی تعارف پیش کررہا تھا۔جی ہاں! اس دور کی ایک جماعت جو خود کو اہل حدیث یعنی عامل حدیث ہونے کا بلند بانگ دعوی کرتی ہے کہ وہ حدیثوں کے سچے پکے عامل ہیں اور وہ بھی احادیث بخاری کے ۔لیکن کیا وہ اپنے اس دعوے میں کتنے فیصد سچے ہیں ؟آنے والے مسائل اور احادیث کی روشنی میں اس کی حقیقت سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱)اجماع اور قیاس : اجماع اور قیاس جمہور اہل اسلام کے نزدیک حجت اور دلیل ہیں اور اس کا ثبوت احادیث سے بھی ہے بلکہ خود امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایسے ابواب باندھے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہ تھا کہ اجماع اور قیاس حجت ہیں لیکن آج کے مشہور زمانہ غیر مقلدین اور بزبان خویش اہل حدیث کہتے ہیں کہ اجماع اور قیاس حجت نہیں۔

ناچیز راقم اب اپنے مذکورہ بالا بیان کے دلائل پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ چناں چہ نواب نور الحسن خان لکھتے ہیں:”وبعد ازاں کہ اجماع چیزے نیست ،قیاس مصطلح کہ آں را دلیل رابع قرار دادہ اند خود مکفی المؤنۃ شد ونماند مگر آں کہ ادلۂ دین اسلام وملت حقہ خیر الانام در دو منحصر است یکے کتاب عزیز ودیگر سنت مطہرہ وماورائے ایں ہر دو کدام حجت نیرہ وبرہان قاطع نیست“۔(۱)

ترجمہ: اور جب کہ اجماع کی کوئی حیثیت نہیں تو قیاس مصطلح جسے فقہا نے چوتھی دلیل قرار دیا ہے خود ہی ان کی ضرورت پوری ہوگئی اور وہ کچھ بھی نہ رہا۔ہاں! دین اسلام اور ملت خیر الانام کی دلیلیں دو میں منحصر ہیں(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ اور ان دونوں کے علاوہ کچھ بھی حجت نیرہ اور برہان قاطع نہیں ہے۔

اور نواب وحید الزماں اپنی کتاب ہدیۃ المہدی میں لکھتے ہیں:

”واصول الشرع اثنان ۔الکتاب والسنۃ۔وزاد بعضهم الاجماع مطلقاوالقياس الصحيح ايضا والحق ان الاجماع الظنى والقياس ليستا بحجتين ملزمتين ولكن مظهرتان اقناعيتان“۔(۲)

ترجمہ:اصول شرع دو ہیں (۱)کتاب (۲)سنت۔ اور بعضوں نے اجماع اور قیاس صحیح کو مطلقا زیادہ کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اجماع ظنی اور قیاس حجت ملزمہ نہیں ہیں لیکن یہ اقناعی مظہر ہیں۔

اہل حدیث کے نواب صدیق حسن لکھتے ہیں:

”وخلاف است در امکان اجماع فی نفسہ وامکان علم بداں وامکان نقل آں بسوئے ما وحق عدم اوست وبر تقدیر تسلیم ایں ہمہ خلاف اسست در آں کہ حجت شرعی است یا کہ نہ ،مذہب جمہور حجیت اوست ودلیل بر آں نزد اکثر سمع اسست فقط نہ نقل۔وحق عدم حجیت اوست واگر تسلیم کنیم کہ حجت است وعلم بداں ممکن پس اقصی مافی الباب آنست کہ مجمع علیہ حق باشد ولازم نمی آید ازیں وجوب اتباع او“۔(۳)

ترجمہ: فی نفسہ اجماع کے ممکن ہونے ،اس کے علم کے ممکن ہونے اور ہماری طرف اس کے منتقل ہونے میں اختلاف ہے اور حق اس کا ممکن نہ ہونا ہے۔اور بر سبیل تسلیم اس میں اختلاف ہے کہ اجماع حجت شرعی ہے کہ نہیں۔جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اجماع حجت

ہے اور اکثر کے نزدیک اس کی دلیل نقل ہے نہ کہ عقل۔ اور حق اجماع کا حجت نہ ہونا ہے اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ اجماع حجت اور اس کا علم ممکن ہے تو اس باب میں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ مجمع علیہ (جس امر پر اجماع ہوا ہے) حق ہوگا لیکن اس سے اس کے اتباع کا واجب ہونا لازم نہیں آتا۔

ذرا ان کی عقل کی خوردوی تو ملاحظہ کیجیے اپنے ہی قلم سے لکھتے ہیں کہ: جمہور کا مذہب اجماع کا حجت ہونا ہے اور اس پر ان کی دلیل فقط نقل ہیں نہ کہ عقل لیکن شاید آں جناب نے عقل کی رہنمائی میں نقل کی راہ چھوڑ کر اس منزل پر پہنچے کہ: حق اجماع کا حجت نہ ہونا ہے۔

یہ تھا اہل حدیث خصوصا احادیث بخاری کے متبعین کا مذہب اب ذرا دیکھا جائے کہ کیا امام بخاری کے نزدیک بھی اجماع اور قیاس حجت نہیں۔ تو ملاحظہ کیجیے صحیح بخاری جلد ۲ پر امام بخاری رضی اللہ عنہ باب باندھتے ہیں: باب ما ذکر النبی ﷺ وحض علی اتفاق اہل العلم وما اجمع علیہ الحرمان مکۃ والمدینۃ(۴) ۔ ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عالموں کے اتفاق کرنے کا جو ذکر فرمایا، اس کی ترغیب دی ہے اور مکہ اور مدینہ کے عالموں کے اجماع کا بیان۔ امام بخاری کا اپنی صحیح میں اس باب کا باندھنا اس بات پر قوی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اجماع حجت ہے۔

اسی طرح ایک باب من شبه أصلا معلوما بأصل مبين قد بين الله حكمهما ليفهم السائل ۔ ترجمہ: ایک امر معلوم کو ایسے امر واضح سے تشبیہ دینا جس کا حکم اللہ جل شانہ نے بیان فرمادیا ہے تاکہ سائل سمجھ جائے) قائم فرمایا اور دو حدیثیں ذکر فرمائیں:

(۱)حَدَّثَنَا أَصْبَغُ بْنُ الْفَرَجِ، حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، "أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ امْرَأَتِي وَلَدَتْ غُلَامًا أَسْوَدَ وَإِنِّي أَنْكَرْتُهُ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ ؟، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَمَا أَلْوَانُهَا ؟، قَالَ: حُمْرٌ، قَالَ: هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقَ ؟، قَالَ: إِنَّ فِيهَا لَوُرْقًا، قَالَ: فَأَنَّى تُرَى ذَلِكَ جَاءَهَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، عِرْقٌ نَزَعَهَا، قَالَ: وَلَعَلَّ هَذَا عِرْقٌ نَزَعَهُ وَلَمْ يُرَخِّصْ لَهُ فِي الِانْتِفَاءِ مِنْهُ"..(۵)

ترجمہ: ہم سے اصبغ بن الفرج نے بیان کیا، کہا مجھ سے عبداللہ بن وہب نے بیان کیا، ان سے یونس بن یزید نے، ان سے ابن شہاب نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک اعرابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری بیوی کے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے جس کو میں اپنا نہیں سمجھتا۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمھارے پاس اونٹ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہیں۔ دریافت کیا کہ ان کے رنگ کیسے ہیں؟ کہا کہ سرخ ہیں۔ پوچھا کہ ان میں کوئی خاکی بھی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں ان میں خاکی بھی ہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ پھر کس طرح تم سمجھتے ہو کہ اس رنگ کا پیدا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کسی رگ نے یہ رنگ کھینچ لیا ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ممکن ہے اس بچے کا رنگ بھی کسی رگ نے کھینچ لیا ہو؟ اور نبی کریم ﷺ نے ان کو بچے کے انکار کرنے کی اجازت نہیں دی۔

(۲)حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، "أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: إِنَّ أُمِّي نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، فَمَاتَتْ قَبْلَ أَنْ تَحُجَّ، أَفَأَحُجَّ عَنْهَا ؟، قَالَ: نَعَمْ حُجِّي عَنْهَا، أَرَأَيْتِ لَوْ كَانَ عَلَى أُمِّكِ دَيْنٌ أَكُنْتِ قَاضِيَتَهُ ؟، قَالَتْ: نَعَمْ، فَقَالَ: اقْضُوا اللَّهَ الَّذِي لَهُ فَإِنَّ اللَّهَ أَحَقُّ بِالْوَفَاءِ".(۶)

ترجمہ: ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا ہم سے ابوعوانہ نے بیان کیا، ان سے ابوبشر نے، ان سے سعید بن جبیر نے اور ان سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ میری والدہ نے حج کرنے کی نذر مانی تھی اور وہ (ادائیگی سے پہلے ہی) وفات پاگئیں۔ کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ان کی طرف سے حج کر لو۔ تمھارا کیا خیال ہے، اگر تمھاری والدہ پر قرض ہوتا تو تم اسے پورا کرتیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس قرض کو بھی پورا کرو جو اللہ تعالی کا ہے کیوں کہ اس قرض کا پورا کرنا زیادہ ضروری ہے۔

بیان کردہ امام بخاری کے ابواب اور حادیث سے بالکل عیاں ہے کہ اجماع اور قیاس حجت ہیں بالخصوص علمائے حرمین شریفین کا

اجماع۔ لیکن احادیث خصوصاً احادیث بخاری پر عمل کے دعویداروں کی رائے تو دیکھیے بالکل صاف لفظوں میں کہہ دیا: ”حق یہ کہ اجماع حجت نہیں، جب کہ اجماع کی کوئی حیثیت نہیں تو قیاس مصطلح جسے فقہا نے چوتھی دلیل قرار دیا ہے خود ہی ان کی ضرورت پوری ہوگئی اور وہ کچھ بھی نہ رہا“۔ ”بعضوں نے اجماع اور قیاس صحیح کو مطلقاً زیادہ کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اجماع ظنی اور قیاس حجت ملزمہ نہیں ہیں لیکن یہ اقناعی مظہر ہیں“۔ اب قارئین کرام خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ بخاری بخاری کا وظیفہ کرنے والوں کو یہاں کون سا بخار چڑھ گیا کہ اجماع کو حجت تسلیم نہ کیا۔

دیابنہ کے متعلق سنا تھا کہ وہ بولتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں ایسا ہی کچھ معاملہ اہل حدیث کے ساتھ بھی ہے صرف فرق یہ ہے کہ یہ لکھتے ہیں لیکن یاد نہیں رکھتے کہ جو کچھ لکھا جارہا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کے متضادبات کہیں اور لکھی جاچکی ہے چناں چہ ابھی آپ نے پڑھا کہ اہل حدیث کے علامہ وحید الزماں صاحب نے لکھا: کہ اصول شرع دو ہیں: ”کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ، بعضوں نے۔۔۔لیکن حق یہ ہے کہ اجماع ظنی اور قیاس دونوں حجت ملزمہ نہیں ہیں“۔ مگر خود وحیدالزماں کے قلم سے مذکوربالا باب البخاری کی تشریح کچھ یوں نکلی: ”اسی کو قیاس کہتے ہیں، باب کی دونوں حدیثوں سے قیاس کا جواز نکلتا ہے لیکن ابن مسعود نے صحابہ میں سے اور عامر شعبی اور ابن سیرین نے فقہا میں سے قیاس کا انکار کیا ہے، باقی تمام فقہا نے قیاس کے جواز پر اتفاق کیا ہے جب اس کی ضرورت ہو۔ جمہور صحابہ وتابعین سے قیاس منقول ہے۔ اور اوپر امام بخاری نے جو قیاس کی مذمت بیان فرمائی ہے اس مراد وہ قیاس اور رائے ہے جو فاسد ہو ، لیکن قیاس صحیح شرائط کے ساتھ وہ بھی جب قرآن وحدیث میں وہ مسئلہ صراحت کے ساتھ نہ ملے اکثر علما نے جائز رکھا اور اس کے بغیر کام چلنا دشوار ہے۔(۷)

تعجب ہے کہ علامۂ اہل حدیث نے اس جگہ قیاس کی اتنی شدت سے ضرورت محسوس کی کہ لکھنا پڑا: ”اس (قیاس) کے بغیر کام چلنا دشوار ہے“۔ اور پتہ نہیں دوسری جگہ کیا مجبوری آئی کہ صاف لفظوں میں لکھا: ”بعضوں نے اجماع اور قیاس صحیح کو مطلقاً زیادہ کیا ہے اور حق یہ ہے کہ اجماع ظنی اور قیاس حجت ملزمہ نہیں ہیں لیکن یہ اقناعی مظہر ہیں“۔ بڑے ہی ادب کے ساتھ جماعت اہل حدیث کے متبعین ومقلدین سے گذارش ہے کہ ان دونوں عبارتوں میں صحیح تطبیق وتوفیق کی جانب رہنمائی فرمائیں۔ البتہ راقم آپ حضرات غیر مقلدین کی ضیافت طبع کے لیے آپ کے وحید عصر محدث زماں صاحب کی ایک معلوماتی اور چشم کشا تحریر کا اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے آپ کی جماعت کی اصلی تصویر سامنے آتی ہے۔ آپ جیسوں سے امید ہے کہ پیش کرنے کی اجازت ہوگی اور جب اجازت ہے تو پھر دیر کس بات لیجیے ابھی پیش کیے دیتا ہوں۔ نگاہیں نیچے ڈالیے اور بغور پڑھیے:

”غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں۔ انھوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے، نہ سلف صالحین، صحابہ اور تابعین کی۔ قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کرلیتے ہیں حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے۔ بعضے عوام اہل حدیث کا تو یہ حال ہے کہ انھوں رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لیے کافی سمجھا ، باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں۔ غیبت ، جھوٹ ، افترا سے پاک نہیں کرتے۔ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں اور اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر اور مشرک سمجھتے ہیں ، بات بات میں ہر ایک مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں“۔(۸)

قارئین کرام! آپ بھی بالکل اطمینان کے ساتھ اس اقتباس کو ملاحظہ کیجیے اور فیصلہ کیجیے کہ جماعت اہل حدیث کس نہج پر ہے۔ درج بالا اقتباس ہماری اپنی رائے نہیں بلکہ اس جماعت کے علامہ اور محدث صاحب کی ہے۔ اب آپ خود ہی ان سے سوال کیجیے کہ جب آپ کے نزدیک اجماع حجت نہیں تو پھر اجماعی مسائل کی پرواہ کی بات کیوں؟ حدیث مبارک میں موجود تفسیر پر عمل تو در کنار سننا بھی نہیں بلکہ لغت والی تفسیر پر عمل کرنا، عمل الحدیث کہلاتا ہے؟

(۲) شراب کا مسئلہ: شراب یقیناً حرام اور ناپاک ہے قرآن کریم کی آیت اور احادیث مبارکہ اس پر شاہد عدل ہے۔ لیکن آج کے نام نہاد عاملین حدیث شراب کے ناپاک ہونے کے قائل نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ شراب حرام تو ہے لیکن اس کا حرام ہونا اس کے ناپاک ہونے کی دلیل نہیں چناں چہ نواب صدیق حسن لکھتے ہیں: ”فتحریم الحمر والخمر الذی دلت علیہ النصوص لایلزم منہ نجاستھا بل لابد دلیل آخر

علیہ والابقیاعلی الاصول المتفق علیھا من الطھارۃ‘‘۔ ترجمہ: گدھے اور شراب کی حرمت سے جس پر نصوص قرآن دال ہیں، ان کا ناپاک ہونالازم نہیں آتا بلکہ ان کی نجاست پر دوسری دلیل ضروری ہے ورنہ تودونوں متفق علیہ اصول طہارت پرباقی رہیں گے۔(۹)

نواب وحید الزماں لکھتے ہیں: ’’والمنی طاھر۔۔۔۔۔ وکذلك الخمر‘‘۔ منی پاک ہے اور اسی طرح شراب (پاک ہے)(۱۰) اور نواب نورالحسن لکھتے ہیں: بحکم بنجاست خمر بنابر حرمت بے دلیل باشد۔ شراب کی حرمت کی وجہ سے اسے نجس کہنا بے دلیل ہے‘‘۔(۱۱)

مذکورہ بالا حوالجات سے بالکل واضح ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک شراب نجس اور ناپاک نہیں لیکن کیا ان شریعت کے ٹھیکداروں کا یہ مذہب شریعت کے موافق ہے یا مخالف؟ آئیے اس کا مطالعہ کریں۔ چناں چہ قرآن مبین میں ارشاد باری تعالی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو شراب اور جُوا اور بُت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ۔

اب بتایا جائے کہ اس قدر صراحت کے ساتھ قرآن کریم میں وارد ہے کہ خمر یعنی شراب نجس اور ناپاک ہے اس کے باوجود یہ کہنا کہ شراب ناپاک نہیں کہاں کا انصاف ہے؟ کیا اسی کا نام عمل بالحدیث ہے؟ ارے! مجھے معاف کیجیے گا آپ نے تو عمل بالحدیث کا دعوی کیا ہے نا اور خصوصا احادیث بخاری پر شاید اہل حدیث ہونے میں عمل بالقرآن نہ آتا ہو اس لیے آپ نے کہا ہو گا کہ شراب حرام تو ہے لیکن ناپاک نہیں۔ واہ! آپ کے اس عمل بالحدیث کے جذبے کو سلام۔ شاید عمل بالحدیث کے اس میدان میں کوئی بھی آپ حضرات پر گوئے سبقت نہیں لے جاسکتا اور کوئی کیوں کر اور کیسے سبقت لے جاسکتا ہے کہ اس میدان میں آپ اتنے آگے نکل چکے کہ عمل بالقرآن کا کو بھی پس پشت ڈال دیا۔ صحیح بخاری سے تو ایسی تعلیم نہیں ملتی۔

ہر موقع پر امام بخاری اور صحیح بخاری کا حوالہ مانگنے والے اور ان کے مبارک نام کے ذریعہ اپنا کام نکالنے کی کوشش کرنے والے ان غیر مقلدین کا بخاری اور امام بخاری کے ساتھ کیا رویہ اور سلوک روا رکھا اس کی کچھ داستان غم نشان بھی پڑھتے چلیے۔

امام بخاری پر تعجب: محدث جماعت اہل حدیث، مترجم صحاح ستہ وحید الزماں اپنے حدیث دانی کے زعم میں نہ جانے کیا کچھ کہہ جاتے ہیں اور یہ بھی یاد نہیں رکھ پاتے کہ جس پر نشانہ لگایا جارہا ہے اسی پر ہمارے مذہب کی بنیاد ہے۔ چناں چہ مترجم صاحب کا کلام پڑھیے:

’’بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر تعجب ہے کہ انھوں نے امام جعفر صادق سے روایت نہیں کی اور مروان وغیرہ سے روایت کی جو اعدائے اہل بیت علیہم السلام تھے‘‘۔(۱۲)

دوسرے مقام پر مزید گل افشانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’امام جعفر صادق مشہور امام ہیں بارہ اماموں میں سے اور بڑے ثقہ، فقیہ اور حافظ تھے۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے شیخ ہیں اور امام بخاری کو معلوم نہیں کیا شبہ ہو گیا کہ وہ اپنی صحیح میں ان سے روایت نہیں کرتے ۔۔۔ اللہ تعالی امام بخاری پر رحم کرے مروان اور عمران بن حطان اور کئی خوارج سے انھوں نے روایت کی اور امام جعفر صادق جو ابن رسول ہیں ان کی روایت میں شبہ کرتے ہیں‘‘۔(۱۳)

دل تھام کر رکھیے اس لیے کہ اہل حدیث کے ایک عالم حکیم فیض عالم صاحب کا ایسا دھماکہ ہونے والا ہے جسے سن کر نہ جانے کیا کچھ ہو جائے۔ اس نام نہاد عاشق بخاری وامام بخاری نے اپنے عشق کا ایسا خون کیا کہ شاید اپنے ہی ہاتھوں اپنے عشق کا خون کرنے والوں کی تاریخ میں اس سے بڑا اور کوئی واقعہ تلاش کرنے میں کامیابی نہ مل سکے۔ اب زیادہ انتظار مت کیجیے بس درج ذیل (بزبان خویش) عمدہ تبصرے اور (بزبان اہل سنت وجماعت) کہ لیا جائے کہ امام بخاری کی شان وعظمت پر حملے ملاحظہ کیجیے:

’’ان محدثین، ان شارحین حدیث، ان سیرت نویس اور ان مفسرین کی تقلیدی ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اتنی بات کا تجزیہ یا تحقیق کرنے سے بھی عاری تھے کہ یہ واقعہ سرے سے ہی غلط ہے، لیکن اس دینی وتحقیقی جرأت کے فقدان نے ہزاروں ایسے پیدا کیے اور پیدا کرتے رہیں گے، ہمارے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس صحیح بخاری میں جو کچھ درج فرما دیا وہ صحیح اور لاریب ہے خواہ اس سے اللہ تعالی کی الوہیت، انبیائے کرام کی عصمت، ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں، کیا یہ امام

بخاری کی اسی طرح تقلید نہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں "۔(۱۴)

ناظرین کرام !آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ کیا غیر مقلدین جس تھال میں کھایا اسی میں سوراخ کیا والی دوغلی پالیسی پر عمل پیرا ہیں یا حدیث پر۔شاید اس اقتباس کو پڑھ کر میری طرح آپ کو بھی اس جماعت کے علما و محدثین کی آزادانہ ذہنیت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہوگا جو تجزیہ اور تحقیق کرنے میں ادب سے بھی عاری ہیں اور جن کی دینی و تحقیقی وجدان نے ہزاروں فتنے پیدا کیے اور نہ جانے کب تک کرتے رہیں گے ۔ان میں سے ایک فتنہ یہ ہے کہ معاذاللہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالی کی الوہیت ،انبیائے کرام کی عصمت اور ازواج مطہرات کی طہارت کو داغ لگانے کے مرتکب ہوئے ۔یہ ایسا فتنہ ہے کہ اگر اسے درست مان لیا جائے تو بڑے بڑے اساطین علم و فن کی عظمت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں۔

لیجیے مزید ایک دل ہلا دینے والا ریمارک پڑھیے اور اپنا فیصلہ دیجیے کہ بخاری شریف کی جماعت اہل حدیث میں کیا حیثیت ہے ؟نیز بخاری امت میں اختلاف و انتشار پیدا کرنے والی کتاب ہے ؟چناں چہ گوجرنوالہ کے اہل حدیث عالم دین کے الفاظ یوں ہیں:"اب تک جو کچھ کہا گیا ہے وہ قابل قدر ضرور ہے لیکن قابل عمل نہیں ،اختلاف ختم کرنا ضروری ہے مگر اختلاف ختم کرنے کے لیے اسباب اختلاف کو مٹانا ہوگا ۔فریقین کی جو کتب قابل اعتراض ہیں ان کی موجودگی اختلاف کی بھٹی کو تیز تر کر رہی ہے ،کیوں نہ ہم ان اسباب کو ہی ختم کردیں ؟اگر آپ صدق دل سے اتحاد کاتے ہیں تو ان تمام روایات کو جلانا ہوگا جو ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب ہیں ،ہم بخاری کو آگ میں ڈالتے ہیں آپ اصول کافی کو نذر آتش کریں ۔آپ اپنی فقہ صاف کریں ہم اپنی فقہ صاف کردیں گے "۔(۱۵)

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں اور غور سے درج بالا عبارات واقتباسات پڑھیں ، ایک بار نہیں بار بار پڑھیں ۔ یہ عبارات اور اقتباسات کسی اور کے نہیں بلکہ عمل بالحدیث کے دعویٰ کرنے والے ، خود کو اہل حدیث کہنے والے ، اجماع اور قیاس کا انکار کرنے والے ، تقلید ائمہ اربعہ کو بدعت قرار دینے والے غیر مقلدین کے مقتدر علماء کے ہیں ۔کیا انہیں پڑھنے کے بعد کسی انصاف پسند کی زبان بے ساختہ یہ کہنے سے خاموش رہ سکتی ہے کہ اہل حدیث اپنی عقل کے بندے ،اپنی طبیعت کے غلام ،اپنی خواہشات کے متبع ،اپنی ہوا و ہوس کے مقلد ہیں جن کی عقل نے انہیں کیا سے کیا کہنے پر آمادہ کردیا ،جن کی طبیعت نے کیا سے کیا لکھنے کا عادی بنا دیا ،جن کی خواہشات نے کہاں سے کہاں لاکھڑا کیا ،جن کی ہوا و ہوس نے کہاں سے کہاں ڈھکیل دیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان کی عقل و طبیعت نے اس عظیم کتاب بخاری اور صاحب بخاری کو بھی نہیں بخشا جس پر خود ان کے دین و مذہب کی بنیاد ہے تو جب ان کے دین کا ستون ہی قائم نہ رہا تو ان کے مذہب کا کیا؟۔

مآخذومراجع

(۱)عرف الجادی من جنان ہدی الہادی، ص:۳

(۲) ہدیۃ المہدی، ج۱، ص:۸۲

(۳)افادۃ الشیوخ بمقدار الناسخ والمنسوخ، ص:۱۲۱

(۴)صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما ذکر النبی ﷺ وحض علی اتفاق اہل العلم وما اجمع علیہ الحرمان مکۃ والمدینۃ

(۵)صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب من شبہ أصلا معلوما بأصل مبین قد بین اللہ حکمہما لیفہم السائل، حدیث نمبر:۷۳۱۴

(۶)صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب من شبہ أصلا معلوما بأصل مبین قد بین اللہ حکمہما لیفہم السائل، حدیث نمبر:۷۳۱۵

(۷)تیسیر الباری، ج۹، ص:۳۳۹

(۸)لغات الحدیث، ج۲، ص:۹۱

(۹)الروضۃ الندیۃ، ج۱، ص:۲۱

(۱۰)نزل الابرار من فقہ النبی المختار، ص:۴۹

(۱۱)عرف الجادی من جنان ہدی الہادی، ص:۲۳۷

(۱۲)لغات الحدیث، ج۲، ص:۳۹

(۱۳)لغات الحدیث، ج۱، ص:۶۱

(۱۴)صدیقہ کائنات، ص:۱۰۶

(۱۵)آتش کدۂ ایران، ص:۱۰۹

(اس مضمون میں کتاب " غیر مقلدین امام بخاری کی عدالت میں" سے مدد لی گئی ہے۔)

☆☆☆☆

انوارِ حیات

چوتھی قسط

مرشدِ اعظم ہند احسن العلما مارہروی

مبارک حسین مصباحی

شب و روز کے معمولات:

حضرت احسن العلمارات میں صبح صادق سے دوڈھائی گھنٹے پہلے اٹھ جاتے۔ ضروریات سے فارغ ہوکر نمازِ تہجد ادا فرماتے۔ ذکر و مراقبہ کرتے، تازہ وضو کرکے فجر کی سنتیں اول وقت میں ادا کرتے، تلاوت فرماتے اور پھر وقت پر نمازِ فجر ادا کرکے تلاوت شروع فرمادیتے۔ بلاناغہ روزانہ چار پانچ پاروں کی تلاوت فرماتے۔ کچھ دیر آرام فرمانے کے بعد ہلکا سادہ ناشتہ کرکے خطوط کے جوابات تحریر فرماتے، اسی اثنا میں جامع مسجد برکاتی کی جنوبی دیوار کے متّصل موڈھے پر تشریف رکھتے حاجت مندوں کی بھیڑ لگی ہوتی۔ سب کی مشکلات سنتے، دعائیں فرماتے، مریضوں پر دَم فرماتے۔ عام طور پر دیسی چینی منگاکر اس پر دم فرماتے، تعویذ بہت کم لکھتے تھے۔ ان کی دعا اور روحانی علاج سے ہزاروں ہزار مریض شفایاب ہوئے اور ہزاروں ہزار نے آلامِ روزگار اور گوناگوں مصائب و مشکلات سے نجات حاصل کی۔ حضرت احسن العلما بلاشبہہ مستجاب الدعوات اور مقبول بارگاہِ الٰہی تھے۔ دوپہر بارہ بجے تک یہی سلسلہ جاری رہتا، دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوکر ایک آدھا گھنٹہ قیلولہ فرماتے، پھر بعد نمازِ ظہر کتابوں کا مطالعہ فرماتے۔ عصر کی نماز کے بعد باہر تشریف رکھتے اور واردین صادرین آپ سے شرفِ نیاز حاصل کرتے۔ آپ کے خادمِ خاص جناب اکبر علی قادری ممبئی کا بیان ہے کہ ”ممبئی میں ہوے تو مسجد کھڑگ ممبئی میں دس بجے سے گیارہ بجے دن میں عورتوں کو بیعت کرنے اور پانی شکر پڑھ کر دینے کا وقت مقرر تھا۔ اس کے بعد حضرت والا غسل فرماتے، بعد نماز ظہر کھانا تناول فرماتے اور قیلولہ فرماتے۔ بعد نماز عصر گیارہ بجے رات تک ملاقات کا وقت ہوتا تھا۔ نعت و منقبت کی محفلیں سجتیں اور درود و سلام پر اختتام پذیر ہوتیں اس کے بعد حضرت دوا وغیرہ کھاکر سوجاتے۔“ (سیدین نمبر، ص:۹۶۷)

حضرت سید محمد اشرف برکاتی اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں ۳/۴ سال کی عمر سے ان کے پاس سوتا تھا، وہ عشا کے بعد آیت الکرسی اور دیگر وظائف خاندانی پڑھ کر دستک دیتے تھے اور اپنے داہنے ہاتھ کی کروٹ پر لیٹ کر محو خواب ہوجاتے تھے۔ ہم آنگن میں لیٹتے تھے اوپر بے کراں آسمان ہوتا تھا مجھے خوف محسوس ہوتا تو اپنے ہاتھ میرے سینے پر یا اپنا پاے مبارک میری ٹانگوں پر رکھ کر مجھے تحفظ کا احساس عطا کرتے رات میں کبھی کبھی میرا پیشاب خطا ہوجاتا تو بالکل ناراض نہیں ہوتے تھے پلنگ پاک کرتے مجھے پاک کرتے اور خوب غسل کرکے مجھے اپنی شفقت کی بانہوں میں لپیٹ لیتے۔

اس زمانے میں وہ اونچے قد کے، قوی ہیکل، فراخ سینہ، مضبوط بدن کے انسان تھے۔ ان کو دیکھ کر ہم بچوں پر ایک عجیب طرح کی عقیدت بھری ہیبت طاری ہوجاتی۔ ہم بچے زور زور سے بول رہے ہوتے اور وہ اچانک مسجد سے نماز پڑھ کر گھر میں داخل ہوتے تو ان کے عصا کی مخصوص آواز سن کر ہم سب کی آوازوں کا آہنگ دھیمی دھیمی سرگوشیوں میں بدل جاتا۔ وہ اپنی شخصیت کے رعب کو طاری نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آکر بیٹھتے اور فوراً بڑی شفقت اور دل چسپی کے ساتھ پوچھتے۔ ہاں بھائی کیا کیا باتیں ہورہی تھیں۔ ”ہم بھی تو سنیں“ پھر ہم بچے آہستہ آہستہ بے تکلف ہوکر ان سے باتیں کرنے لگتے۔ یہ روز کا معمول تھا لیکن ان کی تمام تر شفقت کے باوجود ہم بچوں کے ذہنوں سے ان کی شخصیت کے وقار کی ہیبت کا تاثر آخر آخر دم تک نہیں ہٹا۔ لیکن جیسے ہی وہ گفتگو شروع کرتے ایسا محسوس ہوتا کہ ایک جمالی رنگ فضا سے نیچے اترا اور ان کی شخصیت اور وقار اور جلال کو اپنے میں سمیٹ لیا۔

وہ فجر سے پہلے بیدار ہوجاتے اور وضو کرکے خاندانی وظائف واوراد میں مشغول ہوجاتے، یہ تقریبا رات کے تین بجے کا عمل ہوتا تھا۔ اس وقت کی عبادت کا اختتام گریے پر

ہو تا وہ بلک بلک کر خدائے ذوالجلال سے دعائیں مانگتے۔ اس وقت اگر میری آنکھ کھل جاتی جو اکثر ان کے رونے کی آواز سے کھلتی تو میں پلنگ پر لیٹا لیٹا آنکھیں بند کیے سوچا کرتا کہ پاپا تو اتنی بڑی عمر کے ہیں، جوان ہیں، بچے نہیں ہیں تو آخر رات گئے بچوں کی طرح روتے کیوں ہیں؟ ان کے گریے کی آواز سے دہشت طاری ہو جاتی جب وہ فجر کی نماز پڑھ کر کچھ دیر آرام کرنے کے لیے بستر پر آتے تو ان کے لمس کو دو بارہ پا کر وہ دہشت ختم ہو جاتی ان کی شفقت اور محبت کی نرم رو لہریں پورے سراپے میں رواں دواں محسوس ہونے لگتیں۔" (سیدین نمبر، ص:۴۴۷)

مرغوبات:

حضرت احسن العلما علیہ الرحمہ شریعت وطریقت کے سنگم تھے ان کی سادہ اور پاکیزہ زندگی ایک کھلی کتاب تھی، عوامی مجالس سے لے کر کھانے کے دستر خوان تک شریعت وسنت کی پابندی کو لازم سمجھتے تھے وہ ایک عالم دین بھی تھے اور طبیب وحکیم بھی اور اسی کے ساتھ بلند اخلاق اور متواضع مزاج بھی، علما کی حد درجہ توقیر فرماتے، غریب مریدوں اور بے سہارا افراد پر بھی الطاف وعنایات کی بارش فرماتے، دوسروں کے دستر خوان پر کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کرتے، جو کچھ پیش کیا جاتا بخوشی تناول فرما لیتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے عام طور پر کھانا مختصر اور پرہیزی کھاتے۔ حضرت کے مرغوبات و معمولات پر روشنی ڈالتے ہوئے جناب اکبر علی قادری لکھتے ہیں:

"گوشت سے زیادہ سبزیوں کو پسند فرماتے تھے، سبزیوں میں لوکی، پرول، ترئی، پتا گوبھی اور کریلا بہت پسند فرماتے تھے۔ پھلوں میں آم، سیب، انار اور انجیر پسند فرماتے تھے، امرود تو حضرت کو بے حد پسند تھے اور اس کے بہت سارے فوائد بیان فرماتے تھے، اپنے وصال سے ایک دن پہلے امرود کا تذکرہ کیا اور فرمایا امرود لے کر اس کا کچا لو بنا لینا، اپنے لیے بابا کے لیے اور میرے لیے رکھ لینا۔ کھانے کے آداب بتاتے کون سی چیز پہلے اور کون سی چیز بیچ میں اور کون سی چیز بعد میں کھانا چاہیے۔ دستر خوان بچھا ہو، محفل بیٹھی ہو، اور علما بیٹھے ہوں تو سب سے پہلے علما کے ہاتھ نہیں دھلانا چاہیے بلکہ سب سے آخر میں علما کے ہاتھ دھلانا چاہیے اور کھانے سے فراغت کے بعد سب سے پہلے علما کے ہاتھ دھلانا چاہیے۔ اس طریقے کی وجہ یہ بیان فرماتے کہ انھیں انتظار نہ کرنا پڑے اور ان کا وقت ضائع نہ ہو"۔

حضرت احسن العلما علیہ الرحمہ کو خوش بو بھی بہت پسند تھی۔ سید ملت حضرت حسنین میاں نظمی برکاتی مارہروی رقم طراز ہیں:

"چچا میاں عطر کے دل دادہ تھے جس طرف سے نکل جاتے فضا معطر ہو جاتی تھی اور بڑی دیر تک وہ خوشبو برقرار رہتی تھی۔ شمامۃ العنبر ان کا پسندیدہ عطر تھا، گرمیوں میں نہایت عمدہ قسم کا خس لگاتے تھے، جو چھڑی آپ کے استعمال میں رہتی تھی اس کا دستہ اس قدر مہکتا تھا کہ ہم بچے منتظر رہتے کہ کسی بہانے ہمیں وہ دستہ سونگھنے کو مل جائے، ایک زمانے میں چچا میاں کپڑوں میں بھی خوشبو بساتے تھے، کاشف الاستار شریف کے نسخے کے مطابق عطار کے یہاں سے خوشبو کی بوٹیاں منگوائی جاتی تھیں۔ پھر ان میں کپڑوں کو بالخصوص عمامے کو ابالا جاتا تھا، سوکھنے کے بعد کپڑوں سے کئی دنوں تک خوشبو نہیں جاتی تھی"۔

(سیدین نمبر، ص:۸۳۹)

ملبوسات:

کہتے ہیں کہ من موہنی صورت، خوب صورت جسم اور متوازن قد و قامت پر ہر لباس اچھا لگتا ہے۔ اور اگر خوب رو انسان اچھے لباس کا اہتمام کرے تو دیکھنے والے دیکھتے ہی رہ جاتے ہیں۔ ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ تن سوہتا لباس اور من سوہتا کھانا ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ حضرت احسن العلما قدس سرہ پیکر جمال تھے۔ شریعت کے مطابق انتہائی پاکیزہ لباس کا اہتمام کرتے تھے۔ نہ خلاف شرع کروفر تھی اور نہ غرہ و تمکنت کا شائبہ۔ وہ سادہ مزاج اور سادگی پسند تھے۔ ان کے سڈول اور خوب صورت بدن پر ہر لباس کھلتا تھا بلکہ سچی بات یہ ہے کہ وہ جس لباس کو استعمال فرماتے اس لباس کی قدر وقیمت دوبالا ہو جاتی تھی۔ ان کی معیت میں طویل عرصہ گزارنے والے جناب اکبر علی قادری لکھتے ہیں۔

"جبہ و قبا و دستار اور شیروانی موجود ہوتے ہوئے صرف وائل کا کرتا اور کے ٹی کا پاجامہ پہنتے تھے اور دو پلہ ٹوپی استعمال کرتے تھے۔ کبھی کبھی گول چائنہ ٹوپی جس کو

بمبیّاٹوپی بھی کہتے ہیں، پہنتے تھے۔ اخیر عمر میں تو گھر میں صرف سینڈو جالی والی بنیائن اور تہبند پہنتے تھے اور نماز کے وقت کرتا پہن لیتے تھے۔ جمعہ کے دن عمامہ شریف باندھتے تھے۔ اتنی احتیاط کرتے تھے کہ ٹوپی دکھائی نہ دے۔ مجھ سے دوران قیام ممبئی کھڑگ میں عمامہ باندھتے وقت فرماتے، اکبر ذرا دیکھو ٹوپی تو نہیں دکھ رہی ہے۔ خطبۂ جمعہ مبارکہ کے لیے جب منبر پر تشریف لے جاتے تو چہرۂ مبارک پر عجیب رونق آجاتی تھی۔ سرکار بغداد رضی اللہ عنہ کا تصور بندھتا تھا۔ میں نے اپنے مرشد کو شیروانی پہنتے ہوئے بھی دیکھا ہے اور صدری پہنتے ہوئے بھی۔ لال رنگ کی مرزئی سفید کرتے پر جب پہنتے تو ایسا لگتا تھا کہ گلاب کھلا ہوا ہے۔ یوں تو میرے مرشد ہر لباس میں بادشاہ معلوم ہوتے تھے، درویش صفت بادشاہ۔(سیدین نمبر، ص:۹۶۶)

اتباعِ شریعت کا شوقِ فراواں :-

حضرت احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان ایک بلند پایہ صوفی بزرگ، عالی نسب مرشد طریقت اور بلند پایہ عالم ربانی تھے، ان کی پوری زندگی شریعت و طریقت کی سنگم تھی۔ تصوف کی روح اتباع شریعت ہے اور اتباعِ شریعت محبتِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ کی علامت ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"تصوف کیا ہے؟ بس احکامِ شریعت پر بندے کے عمل کا خلاصہ ہے۔ علمِ تصوف چشمۂ شریعت سے نکلی ہوئی ایک نہر ہے۔" (الطبقات الکبریٰ، ص:۴)

مشہور صوفی بزرگ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"جس نے نہ قرآن یاد کیا، نہ حدیث لکھی (یعنی علمِ شریعت سے آگاہ نہ ہوا) طریقت میں اس کی اقتدا نہ کریں، اسے اپنا رہبر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علمِ طریقت بالکل کتاب و سنت کا پابند ہے۔"

(الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر، ج:۱، ص:۱۳۹)

حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی رقم طراز ہیں:

"میرا ان سے بہت خصوصی تعلق رہا، میں ان کے ساتھ خلوت میں بھی رہا، جلوت میں بھی رہا، نجی مجالس میں گھنٹوں ان کے ملفوظات سنے اور اجلاس میں تقریریں سنیں، میں نے ان کا کوئی قول و فعل شریعت کے خلاف نہیں پایا۔" (سیدین نمبر، ص:۸۱۹)

نام نہاد صوفیوں کا ایک طبقہ شریعت سے گریزاں رہتا ہے اور ترک نماز کے سلسلے میں کہتا ہے کہ ہم باطنی نماز پڑھتے یا خانۂ کعبہ میں ادا کرتے ہیں۔ اصحاب ظاہر ہماری نمازوں کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔ یہ نری جہالت اور نفس کا دھوکا ہے۔ شریعت کو نظر انداز کر کے کوئی فرد طریقت و معرفت کی پہلی سیڑھی تک بھی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ حضرت امینِ ملت مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

"بعض جاہل صوفی اور پیر مخلوقِ خدا کو یہ کہہ کر گم راہ کرتے ہیں کہ ہم تو نمازِ باطن پڑھتے ہیں اور ہماری نمازیں کعبہ میں ہوتی ہیں۔ یہ ظاہری اٹھک بیٹھک (معاذ اللہ) ہم نہیں کرتے، ایسے نام نہاد گم راہ صوفیوں اور پیروں کے بارے میں حضرت والا کا ارشاد تھا کہ یہ گم راہ اور مردود ہیں۔ ہم پر کعبے جا کر نماز پڑھنا فرض نہیں ہے۔ جس جگہ ہم موجود ہیں، وہیں نماز فرض ہے اور وہی نماز فرض ہے، جس میں قیام و قعود و جلوس و سجود ہوں۔" (سیدین نمبر، ص:۸۳۲)

جناب اکبر قادری برکاتی صاحب نے حضرت احسن العلما کی اتباع شریعت کے حوالے سے قدرے تفصیلی گفتگو کی ہے ہم ذیل میں اس کی تلخیص سپردِ قلم کرتے ہیں۔

سفر ہو یا حضر، خلوت ہو یا جلوت، سب جگہ شریعتِ مطہرہ پر حتی الوسع عمل کرتے تھے اور ارکان اسلام کا غایت درجہ لحاظ و خیال تھا۔ نماز تو انھوں نے تا دمِ واپسی نہ چھوڑی۔ پاکی اور صفائی کے معاملے میں تو اپنی مثال آپ تھے۔ کتنے ہی افراد ایسے ہیں جو میرے مرشد برحق کو دیکھ کر سنتوں پر عمل پیرا ہو گئے، ننگے سر نہ کھاتے، نہ پیتے، کھانا بڑی نفاست سے تناول فرماتے۔ پانی ہمیشہ تین سانسوں میں بطریقِ سنت پیتے تھے۔ گھر میں یا مسجد میں پہلے سیدھا قدم داخل فرماتے تھے، منبر رسول پر خطبۂ جمعہ یا وعظ و نصیحت کے لیے تشریف لے جاتے تو پہلے داہنا پیر ہی رکھتے۔

رمضان المبارک کے روزے تو حضرت والا سفر تک میں ترک نہیں فرماتے تھے، افطار کے وقت دعائیں کرتے اور فرماتے کہ اللہ

تبارک و تعالیٰ کو اپنے بندوں کا اس وقت انتظار بہت پسند ہے۔ حضرت والا زکوٰۃ کے معاملے میں بہت محتاط تھے۔ ممبئی میں رمضان المبارک کے مہینے میں مدارس، دار العلوم اور جامعات کے سفرا کی محنت اور بھاگ دوڑ دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ حضرتِ والا کے پاس بھی بہت سے لوگ حاضر ہوتے۔ حضرت فرماتے، میں تو گھر سے نکلنے سے پہلے ہی آنے پائی کا حساب کر کے زکوٰۃ ادا کر چکا، مگر پھر بھی کسی کو خالی نہیں لوٹاتے تھے۔ خاص طور سے بطور عطیہ بڑی بڑی رقمیں دے دیتے تھے۔" (سیدین نمبر، ص:۹۶۹-۹۶۸)

بزرگ بتاتے ہیں کہ حضرت بالغ ہونے سے پہلے ہی نماز با جماعت کے پابند ہو چکے تھے، وصال سے دو تین روز قبل تک بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ ان کی پوری زندگی عشق و اطاعت سے لبریز تھی۔ عبادات ہوں یا معاملات، معاشرتی زندگی ہو یا دعوت و ارشاد کا میدان، ہر جگہ سنتوں کی پابندی فرماتے تھے۔ خاندانی اوراد و وظائف کے ایسے پابند تھے کہ بسترِ مرگ پر بھی ان کو ترک نہیں فرمایا۔ آخری ایام کا ذکر کرتے ہوئے حضرت امینِ ملت فرماتے ہیں:

> "طویل علالت کے دوران اسپتال میں بھی وہ سنتوں پر عمل پیرا رہے، ننگے سر ان کو کھانا پینا گوارا نہ تھا، علالت کے دوران بھی بے مثل مہمان نوازی، غریب پروری، حسنِ اخلاق، صبر و استقامت اور دین و مذہب پر عمل کرنے کے بے شمار نمونے پیش کیے ہیں۔
>
> آکسیجن ماسک لگا ہوا ہے اور حضرت والا قرآن عظیم پڑھ رہے ہیں۔ خاندانی اوراد و وظائف کا ورد جاری ہے۔ رات تین بجے بستر سے اٹھ جاتے اور قرآن عظیم کی تلاوت شروع کر دیتے۔ حضرت والا کے بھانجے ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم کے بیان کے مطابق انھوں نے ایک دن میں چودہ پارے تلاوت کیے۔ دیگر مریضوں کو علم ہوا کہ ایک ولی صفت مریض وارڈ میں داخل ہے تو شکر اور پانی دم کرانے والوں کی بھیڑ لگنے لگی۔ (سیدین نمبر، ص:۸۲۹)

علم و حکمت:

یہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ احسن العلما کی باضابطہ تعلیم و تربیت مدرسہ قاسم البرکات مارہرہ مطہرہ اور خانقاہ برکاتیہ کے علمی اور روحانی ماحول میں ہوئی۔ اپنے عہد کے اکابر علما اور مشائخ سے علومِ دینیہ کا درس لیا۔ اس پر مسلسل مطالعہ اور علمی شغف نے علم و حکمت کا بحرِ بے کراں بنا دیا تھا۔ بقول مولانا محمد عبد المبین نعمانی "حضور احسن العلما و المشائخ علیہ الرحمۃ والرضوان زبردست عالمِ دین بھی تھے اور مفتی بھی، عاشقِ رسول شاعر بھی تھے اور خطیب بھی اور ایسے پیرِ طریقت تھے جنھیں روحانیت کا مینار اور بیعت و ارشاد کا وقار کہا جائے تو عین حقیقت۔" حضرت احسن العلما کے علم و ادب کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے حضرت سید محمد اشرف فرماتے ہیں۔

> "والد ماجد علیہ الرحمۃ کو عربی فارسی گرامر پر بڑا عبور حاصل تھا۔ عربی اور فارسی کے عالم ہونے کے باوجود اردو کو اس کے اصل لہجے کے ساتھ بولتے تھے اور اسی کو فصیح جانتے تھے۔ فرماتے تھے، اصل لفظ عربی میں محبت بفتح میم ہے لیکن اردو میں محبت کی میم پر پیش لگا کر پڑھنا اور بولنا ہی فصیح ہے۔ وہ اردو بولنے میں عربی مخارج کے استعمال کو روا نہیں سمجھتے تھے۔ وہ اپنی گھریلو بولی میں بلکہ وعظ و تلقین کی محفلوں میں بھی ہندی کھڑی بولی، برج اور اودھی کے بول بے تکلف اور بلا تصنع استعمال کرتے تھے، جو ان کے منہ پر بہت بھلے لگتے تھے۔ وہ اردو بہت تیز لکھتے تھے، اتنی تیز کہ انگریزی کا عام شارٹ ہینڈ رائٹر اتنی تیزی سے انگریزی شارٹ ہینڈ بھی نہیں لکھ سکتا۔ جب وہ ہاتھ سنبھال کر لکھتے تھے تو بہت خوش خط لکھتے تھے۔" (سیدین نمبر ص:۷۲۲)

حضرت احسن العلما اپنی مجلسوں میں بھی علم و حکمت کی باتیں کرتے تھے، موقع و محل کے اعتبار سے قرآن کی آیتیں اور احادیثِ نبویہ پیش کرتے تھے۔ صحابۂ کرام کے معمولات اور مشائخِ کرام کی حکایات سے بھی اپنے مدعا پر استدلال فرماتے تھے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ مخاطب کے علمی معیار اور ذہنی سطح کے مطابق گفتگو فرماتے تھے۔ علما سے شرعی مسائل چھیڑتے، شعرا اور ادبا سے اسی زبان میں مکالمہ فرماتے، دورانِ گفتگو قدیم اساتذۂ سخن کے اشعار پڑھتے اور عوام اور ان پڑھ حضرات سے ان کی سطح سے مفید باتیں چھیڑ دیتے اور انھیں ان کے مناسب حال پند و نصائح فرماتے۔ حضرت سید محمد اشرف برکاتی کے بقول "وہ جدید علوم کو بھی حکمت کی راہ کا روڑا نہیں سمجھتے تھے، گفتگو میں اکثر جدید علوم کی اصطلاحوں کے

حوالے پے در پے دیتے چلے جاتے تھے۔" (سیدین نمبر ص:۸۰۴)

حضرت احسن العلما زبان ولغت پر بھی گہری نظر رکھتے تھے۔ کان پور کے ایک اجلاس میں ایک خطیب صاحب "جن" کی جمع "اجنہ" بول گئے۔ حضرت نے مسکراتے ہوئے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا اور پھر حسب ذیل تشریح فرمائی:

"اجنہ جن کی جمع نہیں بلکہ جنین کی جمع ہے، جن اور جنین کے معنوں میں بڑا فرق ہے۔ جن اللہ کی ایک آتشی مخلوق ہے اور جنین ہر پوشیدہ شے بالخصوص رحم مادر میں قرار پائے ہوئے نطفے کو کہتے ہیں۔" مزید فرمایا: "جن اور اجنہ دونوں واحد ہیں، الجان، جن کا اسم جمع ہے اور اس کی جمع "جنّان" ہے۔ ان سب کے باوجود "جن" خود اسم جنس ہے، جس کی جمع کے استعمال کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔" (سیدین نمبر، ص:۱۰۵۲)

حضرت مفتی احمد میاں برکاتی آپ کے علمی مقام پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

آپ اتنے ذی علم تھے کہ گفتگو کے ہر جملے سے علم کے موتی برستے اور فہم کے جواہر بکھرتے تھے۔ ایک مرتبہ فقیر سے فرمایا، "میاں! دہریے جو اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور "لا الہ" یعنی کوئی خدا نہیں کا عقیدہ رکھتے ہیں، ان کے قول "لا" (نہیں) میں بھی خدا کے وجود کا اقرار ہے کہ وہ ہے، جب ہی تو یہ انکار کر رہے ہیں۔ اگر نہیں ہے تو یہ انکار کس کا کر رہے ہیں، تو خدا کا وجود ان کے قول "لا" سے ثابت ہے۔ ان کا نہ ماننا اور بات ہے۔" (سیدین نمبر، ص:۹۲۹)

علمی استحضار اور قوت حافظہ:

حضرت احسن العلما علیہ الرحمۃ انتہائی ذہین اور قوی الحافظہ تھے۔ انھیں دینی مسائل اور خاندانی روایات کا تو زبردست استحضار تھا ہی، احادیث نبویہ اور علمی مسائل کی عربی عبارتیں بھی حوالوں کے ساتھ ازبر تھیں، اور پورے خاندان میں قرآن عظیم کے سب سے اچھے حافظ تھے۔ ایک ہی نشست میں پورا قرآن پڑھنا حضرت احسن العلما کا ایک ریکارڈ ہے۔ بقول مفتی ارشاد احمد مصباحی "اس ضعف و ناتوانی کے عالم میں اس قدر زبردست علمی استحضار کہ متعدد عربی عبارات سنا دی جائیں، علمی چیستیاں موقع ومحل اور راوی کی تعیین کے ساتھ بیان فرما دیے جائیں۔ متعدد دقیق علمی نکتے عربی حوالوں کے ساتھ ذکر کر دیے جائیں، جب کہ درس و افتا سے ظاہری رشتہ کب کا ٹوٹ چکا تھا، یقیناً ہم کم سوادوں کے لیے باعثِ حیرت ہے۔" (سیدین نمبر، ص:۱۰۷۱)

آپ قرآن عظیم کے زبردست حافظ تھے۔ حضرت سید العلما فرماتے تھے، سب بھائی بہنوں میں سب سے اچھا قرآن عظیم حسن میاں کو یاد ہے۔ آپ خود فرماتے تھے مجھے اپنی عمر کی چار پانچ سالوں تک کی ساری باتیں یاد ہیں۔ اسلاف کے واقعات اور بزرگانِ خاندان کے حالات بیان کرنا آپ ہی کا حصہ تھا۔ اہل ممبئی کے حوالے سے جناب اکبر علی قادری بیان کرتے ہیں۔

"ممبئی کے رہنے والے پرانے حضرات بتاتے ہیں کہ اندھیری کی جامع مسجد میں شبینہ ہوتا تھا۔ حضور سید العلما صاحب کے پاس کچھ لوگ آئے اور عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں آپ لوگوں کو ایسا حافظ دوں گا کہ ایک ہی رات میں پڑھوا لیجیے گا۔ ممبئی میں عام طور سے دو یا تین راتوں میں شبینہ ہوتا ہے۔ جب حضور احسن العلما صاحب میرے مرشد برحق تشریف لائے۔ تو حضور سید العلما نے فرمایا: اللہ اندھیری سے کچھ لوگ آئے تھے، اور شبینہ کے لیے کہہ رہے تھے۔ اور میں نے ایسے کہہ دیا ہے اور تمھارے نام کا اعلان ہو گیا ہے۔ اندھیری کے لیے جب حضرت والا، سید دلشاد حسین برکاتی صاحب اور جناب محمد علی برکاتی روانہ ہونے لگے، حضور سید العلما نے فرمایا: اللہ گھبرانا نہیں، میں حافظوں کی ٹیم لے کر آرہا ہوں۔ وقت مقررہ پر حضرت والا نے مصلیٰ امامت پر قدم رنجہ فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ فاتحہ سے جو شروع کیا تو فتح و نصرت کے باب کھلتے گئے۔ یہاں تک کہ حضور سید العلما حافظوں کے ایک دستے کے ہم راہ پہنچ گئے۔ سب نے وضو کر کے میرے مرشد کے پیچھے نیت تو باندھ لی مگر پوری رات ڈٹ نہ سکے ایک ایک کر کے بیٹھتے گئے اور ایک دو افراد کے ساتھ سامع کی حیثیت سے صرف حضور سید العلما ہی جمے رہے اور حضرت والا نے تقریباً چھ گھنٹے میں پورے قرآن عظیم کی تلاوت ختم کی۔ احباب و حفاظ اپنے اور پرائے ششدر رہ گئے۔" (سیدین نمبر، ص:۹۶۷)

.................(جاری)

آئینۂ زندگی

شیخ محدث عبدالحق دہلوی قدس سرہ کی
لمعات التنقیح شرح مشکاۃ المصابیح
ایک مطالعہ

مولانا محمد صدر الوریٰ قادری مصباحی

سرزمین ہند میں جن علماے اعلام نے علم حدیث کی نشرو اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا اور علم حدیث کو اپنی تمام تر علمی سرگرمیوں کا محور بنایا ان میں سرفہرست محقق علی الاطلاق شیخ الشیوخ محدث عبدالحق دہلوی قدس سرہ کا نام نامی تاریخ کے صفحات میں نظر آتا ہے۔ حضرت شیخ محقق قدس سرہ پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے غیر منقسم ہندوستان میں تدریس و تصنیف کے ذریعہ علم حدیث کے فروغ و استحکام اور نشرو اشاعت کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں، اور احیائے سنت، تبلیغ دین اور قیام امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں اپنی پوری زندگی صرف کردی۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے عہد کے عظیم ترین ائمہ و علما نے ان کی محققانہ شان، علمی عظمت و سطوت، محدثانہ بصیرت، اور فیوض و برکات کا برملا اعتراف کیا، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے انھیں شیخ محقق اور برکۃ رسول اللہ ﷺ فی الہند، جیسے القاب سے یاد کیا، اور جگہ جگہ اپنی تصانیف اور فتاویٰ میں ان کے ارشادات عالیہ سے استشہاد فرمایا۔

حضرت شیخ محقق قدس سرہ نے مختلف علم و فن میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن کی تعداد سو سے زائد ہے اور ان کی تمام علمی کاوشوں کا مرکز و محور سنت و شریعت ہی ہے، چناں چہ انھوں نے خود کو اس امر کا پابند بنا رکھا تھا کہ سنت و شریعت کے سوا کسی بھی موضوع پر گفتگو نہ کریں گے، سنت کی تعمیم و ترویج اور علم حدیث کی نشرو اشاعت ہی ان کا بنیادی مقصد اور نصب العین تھا، یہی وجہ ہے کہ خاص علم حدیث پر گوناگوں حیثیت سے میدان تصنیف میں متعدّد یادگاری نقوش چھوڑے ہیں۔ جن میں چند درج ذیل ہیں:

(۱) اشعۃ اللمعات فی شرح المشکاۃ، (۲) لمعات التنقیح فی شرح المشکاۃ المصابیح، (۳) ترجمۃ الأحادیث الأربعین فی نصیحۃ الملوک والسلاطین، (٤) جامع البرکات منتخب شرح المشکاۃ، (٥) جمع الأحادیث الأربعین فی ابواب علوم الدین، (٦) رسالہ اقسام الحدیث، (۷) رسالہ شب برأت، (۸) ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ، (۹) الاکمال فی اسماء الرجال، (۱۰) شرح سفر السعادۃ، (۱۱) اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکاۃ، (۱۲) تحقیق الإشاقۃ فی تعمیم البشارۃ.

اس وقت میرا موضوع سخن تمام تصانیف کا تعارف کرانا نہیں ہے بلکہ اس تحریر کا اصل موضوع لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح ہے اس لیے اسی کے مختلف گوشے نذر قارئین کیے جائیں گے اور اس سے قبل مشکاۃ المصابیح کا ایک مختصر سا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

مشکاۃ المصابیح:

یہ احادیث نبویہ پر مشتمل ایسی جامع کتاب ہے جس میں علم و عمل اور حیات انسانی کے تمام گوشوں سے متعلق ہزارہا احادیث و آثار صحابہ ہیں، امام اجل محدث مکی ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اعداد و شمار کے مطابق مشکاۃ المصابیح پانچ ہزار نو سو پینتالیس احادیث کا عظیم ترین مجموعہ ہے، یہ وہ عظیم کتاب ہے جسے پورے عالم اسلام میں ایسا قبول عام حاصل ہے کہ کوئی بھی ایسی درس گاہ نہیں جہاں یہ داخل نصاب نہ ہو، اور کبار علما نے اس کی شرح اور تعلیق و تحشیہ کا کام انجام دیا اور اس کی اور اس کے مصنف کی ثناخوانی کی، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لما كان كتاب مشكاة المصابيح الذى ألفه مولانا الحبر العلامة والبحر الفهامة مظهر الحقائق وموضح الدقائق الشيخ التقى النقى ولى الدين محمد بن عبد الله الخطيب التبريزى أجمع كتاب فى الأحاديث النبوية وأنفع لباب من الأسرار المصطفوية۔ ولله در من قال من أرباب الحال:

لئن كان فى المشكاة يوضح مصباح
فذلك مشكاة وفيها مصابيح
وفيها من الأنوار ماشاع نفعها
لهذا على كتب الأنام تراجيح
ففيه أصول الدين والفقه والهدى

حوائج أهل الصدق منه منـاجيح

تعلق الخاطر الفاتر بقرأته وتصحيح لفظه وروايته والاهتمام ببعض معانيه ودرايته رجاء أن أكون عاملا بما فيه من العلوم في الدنيا وداخلا في زمرة العلماء العاملين في العقبى۔

جب کہ مشکاۃ المصابیح جو مولانا الحبر بحر علم و معرفت مظہر حقائق، کاشف دقائق علامہ فہامہ تقویٰ شعار، پاکیزہ خصلت شیخ ولی الدین محمد بن عبد اللہ خطیب تبریزی کی تالیف ہے، یہ احادیث نبویہ میں سب سے جامع اور اسرار مصطفویہ میں نفع بخش کتاب ہے، اور اللہ ہی کے لیے ارباب حال میں اس کی خوبی ہے جس نے بشکل منظوم کہا:

۱- اگر مشکاۃ میں کوئی چراغ روشنی پھیلائے تو وہ ایک طاق ہے اور اس میں بہت سارے چراغ ہیں۔

۲- اور ان میں وہ انوار ہیں جن کا نفع عام ہے یہی وجہ ہے کہ خلق خدا کی دیگر کتابوں پر اسے ترجیح حاصل ہے۔

۳- اس میں دین وفقہ اور ہدایت کے اصول ہیں اہل صدق کی حاجتیں اس کتاب سے پوری ہوتی ہیں۔

ان خوبیوں کے پیش نظر قلب وضمیر اس کتاب کی قراءت اور اس کے الفاظ کی تصحیح و روایت اور اس کے بعض معانی کے اہتمام و روایت سے لگ گیا، اس امید کے ساتھ کہ میں دنیا میں اس پر عامل ہو جاؤں جو اس کتاب میں علوم و معارف ہیں اور آخرت میں علماے عاملین کے زمرے میں شامل ہو جاؤں۔

حقیقت یہ ہے کہ مشکاۃ المصابیح کی اصل "مصابیح السنۃ" ہے جو امام حسین بن مسعود بن محمد فرا بغوی کی تالیف ہے، امام بغوی نے مصابیح السنۃ میں سندوں کا ذکر نہیں کیا تھا، اور اپنی وضع کردہ اصطلاح کے مطابق احادیث کی دو قسمیں کی تھیں۔

(۱) صحاح (۲) حسان۔

صحاح سے مراد ان احادیث کو لیا جن کی تخریج شیخین امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری اور امام ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری دونوں نے کی ہو یا ان میں کسی ایک نے کی ہو، اور حسان سے مراد ان احادیث کو لیا جن کی تخریج اصحاب سنن اربعہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل، دارمی اور بیہقی وغیرہ نے کی ہو، اور ان میں جو حدیث ضعیف یا غریب تھی اس کی طرف اشارہ فرما دیا۔ پھر خطیب تبریزی نے اپنے شیخ امام حسین بن عبد اللہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق "مصابیح السنۃ" میں درج شدہ احادیث کی تخریج و تکمیل کی اور باضابطہ روایت کرنے والے صحابی کا نام ذکر کیا اور ان ائمہ حدیث کا بھی ذکر کیا جنھوں نے اس حدیث کی تخریج کی اور ایک تیسرے باب کا اضافہ فرمایا جس میں حدیث صحیح اور حسن دونوں کو جمع کیا، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مصابیح السنہ میں احادیث کی تعداد چار ہزار چار سو تینتالیس تھی۔ اور صاحب مشکاۃ نے ایک ہزار پانچ سو گیارہ حدیثوں کا اضافہ کیا اس طرح مشکاۃ المصابیح میں درج شدہ احادیث کی مجموعی تعداد پانچ ہزار نو سو چوّن یعنی چھپن کم چھ ہزار ہے۔

مشکاۃ المصابیح پر بہت سارے ائمہ و علما نے شرح و تحشیہ اور تخریج احادیث کا کام کیا ہے۔ جن میں حضرت مؤلف خطیب تبریزی کے شیخ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ شرح "الکاشف عن حقائق السنن" کو اولیت حاصل ہے، اور اس کی اہم شروح سے علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ شرح "مرقاۃ المفاتیح" اور حضرت شیخ محقق محدث دہلوی کی دونوں شرحیں "لمعات التنقیح" اور "اشعۃ اللمعات" بھی ہیں۔

لمعات التنقیح

لمعات التنقیح عربی زبان میں مشکاۃ المصابیح کی ایک ضخیم شرح ہے، حضرت شیخ محقق نے "فهرس التواليف" میں سرفہرست اس کا ذکر کیا ہے، جس وقت حضرت شیخ قدس سرہ نے فارسی زبان میں مشکاۃ کی شرح لکھنا شروع فرمایا تو دوران مطالعہ بہت سارے ایسے مضامین اور معانی ونکات سامنے آتے جنھیں فارسی شرح میں درج کرنا مناسب نہ تھا، کیوں کہ عوامی زبان فارسی ہی تھی اور بہت سے مباحث ایسے ہوتے ہیں جو محض خواص ہی کے شایانِ شان ہوتے ہیں عوام کو ان میں شریک کرنا مناسب نہیں ہوتا، جب کہ وہ مضامین ایسے اہم تھے جنھیں یوں ہی چھوڑ دینا بھی مصلحت کے خلاف تھا، اس لیے سوچا کہ اگر عربی زبان میں بھی اس کتاب کی ایک شرح لکھ دی جاتی جس میں ان معانی و نکات اور مضامین کا احاطہ ہوتا جن کو ایک شرح میں درج کرنا ضروری ہے تو یہ بہت ہی مناسب اور بہتر بات ہوتی، ایک مدت تک اس بارے میں غور وفکر فرماتے رہے یہاں تک کہ فارسی شرح "اشعۃ اللمعات" کی تصنیف کے دوران ہی عربی شرح "لمعات التنقیح" کا کام شروع کرنے پر انشراح صدر حاصل ہوا اور بتوفیق الٰہی اسے شروع فرما دیا، چناں چہ مقدمۂ لمعات

میں حضرت شیخ فرماتے ہیں:

ولما شرعت فيه كان يظهر لى فى أثناء المطالعة والنظر فى شروح الكتاب معان ونكات لايليق إدراجها فى الشرح الفارسى ولا يتيسر فهمها لبعض الأصحاب وقد كانت تلك المعانى مما لاينبغى ان يضيع ويهمل، وكانت مما يعد من الغنائم ويؤخذ ويحمل وقع فى الخاطر أن لو وضع شرح باللسان العربى أيضا لكان أولى وأنسب بالحال وأقضى للماب لأهل الفضل والكمال۔

جب میں نے فارسی زبان میں اس کی شرح کا کام شروع کیا تو مطالعہ اور شروحِ کتاب کو دیکھنے کے دوران وہ معانی اور نکات ظاہر ہوتے جنھیں فارسی شرح میں درج کرنا مناسب نہیں تھا، اور بعض اصحاب کے لیے ان کا سمجھنا بھی آسان نہ تھا جب کہ وہ معانی و مطالب ایسے تھے کہ انھیں ضائع کر دینا اور یوں ہی چھوڑ دینا مناسب نہ تھا اور اخذ و تحمل میں ان معانی کا شمار غنائم سے ہوتا، تو دل میں خیال آیا کہ اگر عربی زبان میں بھی کوئی شرح لکھ دی جاتی تو یہ بہتر اور حالات کے مناسب ہوتا اور اربابِ فضل و کمال کی ضرورت بھی اس سے پوری ہوتی۔

آخر کار اشعۃ اللمعات کی تصنیف کے دوران ہی بزبان عربی بھی شرح لکھنا شروع فرمادیا اور دونوں شرحوں کا کام ایک ساتھ چلتا رہا، فارسی شرح چوں کہ پہلے شروع ہوئی تھی اس لیے کبھی یہ سبقت لے جاتی اور عربی شرح اصول و فروع کو حاوی تھی اس وجہ سے یہ کچھ پیچھے رہتی، اور کبھی عربی شرح اپنی رفعتِ شان اور علو مرتبت کی بنا پر سبقت لے جاتی اور فارسی شرح کو پیچھے چھوڑ دیتی، پھر عربی شرح بیش تر اربابِ علم و فضل کے قلوب و اذہان سے ہم آہنگ تھی اور فطری میلان بھی اس کی طرف زیادہ تھا اس لیے وہ تیز رفتار گھوڑے کی طرح سبقت لے گئی اور متوقع طور پر وہ پایۂ تکمیل تک پہنچ گئی جب کہ فارسی شرح ابھی ناتمام ہی تھی، فرماتے ہیں:

”فشرعت فيه أيضا مستعينا بالله وسائلا من فضله القديم وكرمه العميم أن يسهل لذلک أيضا التكميل والتتميم، فكانا يمشيان متقاربين متلاحقين، أومتسابقين، فتارة يسبق الفارسى لكونه سابقا فى الشروع ويلحقه العربى لكونه حاويا على الأصول والفروع، وأخرى يغلبه العربى لعلو درجته ورفعة مرتبتة ولما كان فى الطبع إليه من الميلان لمناسبته بأذهان كثير من الإخوان فسبق العربى كالفرس الجواد وأبدع بى فى سير الفارسى كما شاء الله أو أراد. فتم العربى على الوجه المرجو والطريق المرغوب.“

میں نے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے اور اس کے قدیم فضل اور کرم عام سے اس شرح کی بھی تکمیل و اتمام کا سوال کرتے ہوئے اسے شروع کر دیا تو دونوں شرحیں قریب قریب آگے پیچھے ایک دوسرے پر سبقت لے جاتے ہوئے چلتی رہیں، کبھی فارسی شرح آگے بڑھ جاتی، کیوں کہ وہ پہلے شروع ہوئی تھی، اور عربی شرح اصول و فروع کے حاوی تھی اس لیے وہ پیچھے رہتی، اور کبھی عربی شرح اپنے علو مرتبت کی وجہ سے غالب رہتی، اور عربی شرح چوں کہ بہت سارے بھائیوں کے ذہن و فکر سے مناسبت رکھتی تھی اور اس کی طرف طبعی میلان بھی تھا، اس لیے برق رفتار گھوڑے کی طرح وہ سبقت لے گئی اور متوقع طور پر وہ مکمل ہوگئی جب کہ فارسی ابھی تکمیل کی راہ میں تھی۔

حضرت شیخ محقق قدس سرہ نے عربی شرح ”لمعات التنقيح“ انتہائی جامعیت کے ساتھ تحریر فرمائی اور ان تمام امور کو ملحوظ رکھا جو ایک وقیع شرح کے لیے ضروری ہوتے ہیں، الفاظ احادیث کا ضبط، ان کی لغوی تشریح، عرف شرع سے انطباق، نحوی ترکیبوں کا بیان، مسائل فقہیہ کا استنباط، طرق روایت کا ذکر، وجوہ درایت کی طرف اشارہ، حدیثی افادات، لطیف نکات، دل نشیں تحقیقات، اسمائے رجال کی تصحیح، بظاہر متعارض احادیث کے درمیان تطبیق، مختلف فیہ مسائل میں مذاہب فقہا کا بیان، دلائل کا احاطہ اور ترجیح اقوال وغیرہ کثیر خوبیوں پر یہ شرح مشتمل ہے۔ چناں چہ رقم طراز ہیں:

”فجاء بحمد الله كتابا حافلا مشتملا على فوائد شريفة ونكات لطيفة وتحقيقات عجيبة وتدقيقات غريبة ملتقطة من كتب العلماء والشارحين وناشية من فكرى الفاتر ونظرى القاصر مبينا لمعانى المفردات اللغوية ومعربا عن وجوه التركيبات النحوية وحاويا على الفوائد الحديثية، مشتملا على المسائل الفقهية وذاكرا طرق الرواية إلى وجوه الدراية ضابطا للالفاظ بالإعجام والإهمال ومصححا لأسماء الرجال.“

ترجمہ: تو اللہ رب العزت کے فضل سے یہ شرح ایسی جامع کتاب کے طور پر وجود میں آئی جو درج ذیل امور پر مشتمل ہے:

(۱) قابل قدر فوائد (۲) لطیف نکات (۳) حیرت انگیز تحقیقات (۴) نادر تدقیقات جو علما و شارحین کی کتابوں سے ماخوذ اور میری فکر و نظر کی پیداوار ہیں (۵) مفرد الفاظ کے لغوی معانی کا بیان (۶) نحوی تراکیب کا اظہار (۷) فوائد حدیثیہ کا احاطہ (۸) مسائل فقہیہ کی شمولیت (۹) طرق روایت کا ذکر (۱۰) وجوہ درایت کی طرف اشارہ (۱۱) منقوط اور غیر منقوط ہونے کے اعتبار سے الفاظ کا ضبط (۱۲) اسماے رجال کی تصحیح۔

اس طرح حضرت شارح قدس سرہ نے خود یہ وضاحت فرمائی کہ لمعات التنقیح کتنے گوشوں کو محیط ہے۔ یہاں اثبات مدعیٰ کے طور کچھ گوشے پر نذر قارئین کیے جاتے ہیں۔

الفاظ کا ضبط اور ان کی لغوی تحقیق:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’کنت مع النبی ﷺ ذات یوم فأراد أن یبول فأتی دمثا فی أصل جدار فبال ثم قال إذا أراد أحدکم أن یبول فلیرتد لبوله.‘‘

(مشکاۃ المصابیح، باب آداب الخلاء، الفصل الثانی)

میں ایک دن نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشاب فرمانے کا ارادہ فرمایا تو ایک دیوار کی جڑ میں نرم جگہ تشریف لائے وہاں پیشاب فرمایا، پھر ارشاد فرمایا: جب تم میں کوئی پیشاب کرنے کا ارادہ کرے تو پیشاب کے لیے مناسب جگہ تلاش کرے۔

اس حدیث میں ایک لفظ ہے: ’’دمثا‘‘ اس کے ضبط کے تعلق سے حضرت شیخ نے فرمایا: بفتح الدال المهملة وکسر المیم بغیر نقطہ کی دال کے فتحہ اور میم کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

پھر قاموس کے حوالے سے فرمایا:

دمث المکان وغیرہ کفرح سھل ولان ’’دمث‘‘ باب فرح سے ہے یعنی جگہ وغیرہ آسان و نرم ہوئی۔ بعض شرحوں میں ہے کہ یہ موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی ’’مکانا دمثا‘‘ نرم جگہ۔

حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں:

گویا مراد یہ ہے کہ ’’دمث‘‘ ان صفات سے نہیں ہے جو مکان یعنی جگہ پر غالب ہوں بلکہ اس کا معنی ہے مطلق نرم و آسان خواہ وہ جگہ ہو یا کچھ اور، یہی قاموس کی عبارت سے بھی ظاہر ہے، اور ایک روایت میں بھی آیا ہے: ’’مال إلی دمث من الأرض فبال‘‘ یعنی زمین کے نرم حصے کی طرف مائل ہوئے وہاں پیشاب فرمایا، اس سے بھی یہی ظاہر ہے کہ یہ مکان کی صفت غالبہ نہیں ہے، اور نہایہ میں نبی اکرم ﷺ کی صفت جلیلہ کی حدیث میں ہے:

دمث لیس بالحافی.

صاحب نہایہ نے فرمایا:

اس کا معنی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نرم خو تھے، یہ دمث سے ماخوذ ہے جس کا معنی نرم و آسان زمین اور وہ ریت جو چکنے والا نہ ہو، کہا جاتا ہے: ’’دمث المکان دمثا‘‘ جب کہ وہ جگہ نرم و آسان ہو، اور بارش کے وصف میں آیا ہے: ’’تلبدت الدماث‘‘ یعنی بارش سے نرم زمینیں ایسی ہوگئیں کہ ان میں پاؤں دھنسنے لگے، یہ ’’دمث‘‘ کی جمع ہے۔

نرم جگہ تشریف لانے میں حکمت یہ تھی کہ پیشاب کی چھینٹیں جسم اطہر پر نہ پڑیں۔ اور ’’فی أصل جدار‘‘ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

یعنی دیوار کی جڑ کے قریب تشریف لائے کہ وہاں پیشاب کرنے سے دیوار کو کوئی نقصان نہ پہنچے، یا پھر یہ دیوار کے مالک وہاں پیشاب کرنے پر راضی تھے، یا وہ دیوار کسی کی ملکیت نہیں تھی۔

ظاہر ہے کہ یہ سارے احتمالات حضرت شارح قدس سرہ نے دفع دخل مقدر کے طور پر ذکر کیے، کیوں کہ دیوار کی جڑ میں پیشاب کرنے سے دیوار کو نقصان پہنچ سکتا ہے جس سے ہو سکتا ہے کہ دیوار کا مالک راضی نہ ہو، تو پھر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں کیسے تشریف لے گئے۔ اس کا جواب حضرت شیخ قدس سرہ نے مذکور بالا وجوہ سے دیا۔ (لمعات التنقیح، ج:۲، ص:٤٧)

احادیث کی تشریح:

بعض احادیث ایسی ہوتی ہیں جن کا مفہوم واقعی ظاہر نہیں ہوتا اور ظاہر بینوں کے لیے ان کے صحیح مفہوم تک رسائی بہت مشکل ہوتی ہے ایسے احادیث کی حضرت شیخ قدس سرہ نے ایسی ایمان افروز تشریح فرمائی ہے جس سے ان احادیث کی مراد ظاہر ہوجاتی ہے اور اس تشریح سے چشم بصیرت کو ٹھنڈک اور قلب و ضمیر کو فرحت و انبساط حاصل ہوتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

’’مابین المشرق والمغرب قبلة.‘‘

(رواہ الترمذی، مشکاۃ المصابیح، باب المساجد و مواضع الصلاۃ الفصل الثانی)

مشرق و مغرب کے درمیان جو ہے وہ قبلہ ہے۔

اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرق سے مغرب تک سب قبلہ ہے یعنی شمال و جنوب سب قبلہ ہیں، جب کہ قبلہ ایک خاص بقعۂ ارض اور اس فضا کا نام ہے جس کی ایک مخصوص حد ہے اور وہ حد مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی نہیں ہے۔ پھر اس حدیث شریف کا کیا مفہوم ہے؟

حضرت شیخ محقق قدس سرہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث شریف میں قبلہ سے مدینہ مطہرہ اور ان کا قبلہ مراد ہے جو مدینہ طیبہ سے قریب ہیں کیوں کہ مدینہ طیبہ مشرق و مغرب کے درمیان مکہ مکرمہ سے جانب شمال میں واقع ہے اور وہاں سے قبلہ جانب جنوب میں ہے، لہٰذا مدینہ طیبہ کا قبلہ بین المشرق والمغرب ہوا، پھر تورپشتی کے حوالے سے فرمایا:

بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے ان کا قبلہ مراد ہے جن پر قبلہ مشتبہ ہو اس نے جس طرف بھی تحری کر کے نماز ادا کی اس کے لیے کافی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اس کا قبلہ مراد ہے جو سواری پر نفل نماز ادا کرے، کیوں کہ اس کی سواری جس طرف بھی رخ کرے گی ادھر ہی رخ کر کے نماز ادا کرے گا۔

ان دو قولوں کی تقدیر پر مابین المشرق والمغرب سے مراد محض شمال و جنوب نہ ہوں گے بلکہ چاروں جہتیں مشرق و مغرب، شمال و جنوب سب قبلہ ہو سکتی ہیں۔ اور توسع کے طور پر ایسا جائز ہے، کیوں کہ سارے قطر خواہ مشرقی ہوں یا مغربی، شمالی ہوں یا جنوبی سب بین المشرق والمغرب ہی واقع ہیں، اور اس صورت میں حدیث شریف میں ایک دوسرے معنی کا بھی احتمال ہے، وہ یہ ہے کہ مشرق و مغرب کے درمیان کوئی بھی ایسی جہت نہیں ہے جو قبلہ نہ ہو، اس وجہ سے کہ مصلی جہاں بھی کعبہ اقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرے گا، کعبۂ اقدس مشرق و مغرب کے درمیان کسی جہت پر ضرور واقع ہوگا، چناں چہ مشرقی کا قبلہ مغرب ہوگا، مغربی کا قبلہ مشرق ہوگا، جنوبی کا قبلہ شمال ہوگا اور شمالی کا قبلہ جنوب ہوگا یعنی جو شخص کعبۂ اطہر سے مشرق میں ہوگا۔ اس کا قبلہ جہت مغرب پر ہوگا۔ جیسے انڈیا، پاکستان وغیرہ، اور جو کعبۂ اطہر سے مغرب میں ہوگا اس کا قبلہ جہت مشرق پر ہوگا، اور جو کعبہ اطہر سے جنوب میں ہوگا اس کا قبلہ جہت شمال پر ہوگا اور جو کعبۂ اطہر سے شمال میں ہوگا اس کا قبلہ جہت جنوب پر ہوگا۔ (لمعات تنقیح ج:۳، ص:۵۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من جاء مسجدی هذا لم يأت إلالخير يتعلمه أو يعلمه فهو بمنزلة المجاهد فی سبيل الله ومن جاء لغير ذلک فهو بمنزلة الرجل ينظر إلى متاع غيره. (مشكاة المصابيح، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الثالث)

جو میری مسجد میں آئے اور اس کا آنا خیر ہی کے لیے ہو خواہ اسے سیکھے یا سکھائے تو وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی منزل میں ہے اور جو اس کے علاوہ کسی مقصد کے لیے آئے تو وہ اس شخص کی منزل میں ہے جو دوسرے کے مال و متاع کی طرف نگاہ اُٹھائے۔

یہ تشبیہ کس اعتبار سے ہے، اس تشبیہ کا مقصد کیا ہے؟ حضرتِ شارح قدس سرہ فرماتے ہیں:

اس تشبیہ کا مقصود یہ ہے کہ روزِ قیامت دو قسم کے اشخاص ہوں گے: ایک وہ شخص جو مسجد میں عمل خیر کے لیے آیا اور مسجد میں اس نے اعمال صالحہ انجام دیے اس کے پاس ثواب کا عظیم ذخیرہ ہوگا، دوسرا وہ شخص جو مسجد میں عمل خیر کے لیے نہیں آیا بلکہ لہو ولعب اور فعل عبث کے لیے یا راستہ پار کرنے اور گزرگاہ کے طور پر آیا وہ تہی دست ہوگا اور اس کے لیے وہ ثواب نہ ہوگا جو پہلے شخص کے لیے ہوگا تو یہ دوسرا شخص پہلے کے ذخیرۂ اجر و ثواب کو بڑی حسرت اور رنج والم کے ساتھ دیکھے گا اور اپنے کیے پر افسوس کرے گا اور دل میں سوچے گا کہ کاش میں نے بھی دنیا میں مسجد میں عمل صالح انجام دیا ہوتا تو میرے پاس بھی ثواب کا اتنا عظیم ذخیرہ ہوتا، جیسے کہ دنیا میں ایک تہی دست دوسرے کے مال و متاع کو دیکھ کر خود پہ حسرت و افسوس کرتا ہے۔ پھر علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک دوسری توجیہ نقل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا تشبیہ کا مقصود یہ ہے کہ مسجد میں مقصد خیر کے علاوہ کسی اور مقصد کے آنا ممنوع ہے جیسے بلا اجازت دوسرے کا مال و متاع دیکھنا ممنوع ہے۔

(لمعات التنقیح، ج:۳، ص:۶۹)

استنباطِ مسائل:

لمعات التنقیح میں جا بجا احادیث سے مسائل فقہیہ شرعیہ کا استنباط بھی نظر آتا ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں آیا اس نے عرض کیا کہ مجھے جنابت لاحق ہوئی اور پانی نہ ملا، اس پر حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

أما تذكر أنا كنا فی سفر أنا وأنت فأما أنت فلم تصل وأما أنا فتمعكت فصليت فذكرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم

فقال: إنما يكفيك هكذا فضرب النبي ﷺ بكفيه الأرض و نفخ فيهما ثم مسح بهما وجهه وكفيه۔

(رواه البخاري، مشكاة المصابيح، باب التيمم، الفصل الاول)

کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ ایک بار ہم اور آپ ایک سفر میں تھے اور ہمیں جنابت لاحق ہوئی اور وہاں پانی نہیں تھا اس وقت آپ نے نماز نہیں پڑھی تھی اور میں نے زمین پر خوب لوٹ پوٹ کر نماز پڑھ لی پھر نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو فرمایا: تمھارے لیے اس طرح کر لینا کافی تھا اور نبی اکرم ﷺ نے اپنا دونوں ہاتھ زمین پر مارا اور مٹی جھاڑنے کے لیے ان میں پھونکا پھر ان سے اپنے چہرے اور دونوں ہاتھوں کا مسح فرمایا۔

حضرت شیخ محقق قدس سرہ اس حدیث شریف سے مسائل شرعیہ اخذ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں بھی صحابہ کرام نے اجتہاد کیا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مجتہد جب حق کی تلاش میں اپنی پوری توانائی صرف کر دے تو گو کہ حق تک اس کی رسائی نہ ہو سکی ہو پھر بھی اس پر کوئی ملامت نہیں ہے، اور یہ بھی مستفاد ہوا کہ مجتہد جب اپنے اجتہاد پر عمل کرے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے جو نماز کی قضا کا حکم صادر نہ ہوا، اس سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا کہ جو شخص وضو اور تیمم دونوں میں سے کسی پر قادر نہ ہو، نماز نہیں پڑھے گا اور اس پر قضا بھی لازم نہیں ہے۔

(لمعات التنقيح، ج:۲، ص:۱۷۶)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إن الصعيد الطيب وضوء المسلم وإن لم يجد الماء عشر سنين فإذا وجد الماء فليمسه بشره فإن ذلك خير رواه أحمد والترمذي و أبو داؤد۔

(مشكاة المصابيح، باب التيمم، الفصل الثاني)

پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے اگرچہ دس سال وہ پانی نہ پائے اور جب پانی پا جائے تو اسے جسم میں استعمال کرے کہ یہ بہتر ہے۔

حضرت شیخ محقق قدس سرہ استنباط مسائل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس حدیث شریف میں مٹی کے مطہر ہونے میں مبالغہ ہے، اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مٹی پانی کا خلیفۂ مطلق ہے، اور یہ کہ تیمم در حقیقت رافع حدث ہے محض ساتر حدث نہیں ہے۔ کیوں کہ شارع نے مسلمان کی تطہیر دو چیزوں سے قرار دی جب پانی موجود ہو تو وضو سے طہارت حاصل کرے اور جب پانی موجود نہ ہو تو تیمم کرے کہ اس کی طہارت اور اس کے حق میں رافع حدث اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ پانی پر قادر نہیں ہو جاتا، اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ ایک تیمم سے جتنے بھی فرائض و نوافل ادا کرنا چاہے کر سکتا ہے، اور نماز کا وقت نکل جانے سے تیمم نہیں ٹوٹے گا، اور قبل از وقت بھی تیمم کر سکتا ہے۔

(لمعات التنقيح، ج:۲، ص:۱۷۸)

قابل قدر افادات اور لطیف نکات:

مشکاۃ المصابیح کی پہلی حدیث ہے: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنما الأعمال بالنيات وإنما لامرئ مانوى فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله و رسوله ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها فهجرته إلى ماهاجر إليه۔

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کے لیے وہی ہے جو وہ نیت کرے، تو جس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہو، تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہوگی جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

حضرت شیخ محقق قدس سرہ نے اس حدیث شریف کی ایسی مبسوط شرح فرمائی ہے کہ تنہا اس حدیث کی شرح الگ سے شائع کی جائے تو ایک اچھی خاصی کتاب تیار ہو جائے گی۔ بغیر کسی تطویل ممل کے اندیشہ کے اس کی شرح چار اجزا میں کی ہے:

پہلا جز:- اس حدیث کے فضل و شرف کے بیان میں۔

دوسرا جز:- إنما الأعمال بالنيات کے بارے میں۔

تیسرا جز:- وإنما لامرئ مانوى کے بارے میں۔

چوتھا جز:- فمن كانت هجرته إلى الله ورسوله فهجرته إلى الله ورسوله ومن كانت هجرته إلى دنيا يصيبها أو امرأة يتزوجها فهجرته إلى ماهاجر إليه۔ کے بارے میں۔

..........................(جاری)

مطلقہ عورتوں کے نان ونفقہ کا شرعی حکم اور سپریم کورٹ کے فیصلے

مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی

نفقہ زوجیت : جس عورت سے نکاح صحیح ہو اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے عورت مالدار ہو یا محتاج، بالغہ ہو یا نابالغہ ہو، شوہر سے ہمبستری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، رشتۂ زوجیت کی وجہ سے یہ نفقہ نکاح کے وقت ہی سے شوہر پر واجب ہو جاتا ہے اور جب تک یہ رشتہ قائم رہتا ہے اس کا نان ونفقہ شوہر پر واجب رہتا ہے۔

عدت میں نفقہ ملنے کی وجہ:

طلاق کے بعد عورت جب تک عدت میں رہتی ہے توچوں کہ من وجہ کچھ احکام میں اسی کی بیوی رہتی ہے جس نے طلاق دیا ہے، اس مدت میں وہ کسی دوسرے مرد کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی، دوسرے مرد کے لیے اس معتدہ عورت سے نکاح کرنا حلال بھی نہیں ہے اور نہ ہی کھلم کھلا نکاح کا پیغام دینا درست ہے، وہ اپنی عدت والی مطلقہ بیوی کو ادھر ادھر گھومنے پھرنے سے بھی روک سکتا ہے، وغیرہ وغیرہ، اسی لیے اس کا نان و نفقہ عدت کے ایام میں شوہروں پر واجب رہتا ہے اور عدت ختم ہونے کے بعد وہ عورت مکمل طور سے اس کی زوجیت سے نکل جاتی ہے، اس عورت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق اور ازدواجی رشتہ برقرار نہیں رہتا، وہ مکمل طور سے آزاد ہو جاتی ہے، جہاں چاہے آجا سکتی ہے، اس لیے شوہر پر اب اس کا نان ونفقہ کچھ بھی واجب نہیں ہوتا۔

اسباب نان و نفقہ کی اس روشنی میں یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہو جاتی ہے کہ مطلقہ عورتوں میں عدت کے ایام گزر جانے کے بعد نفقہ زوجیت کا سبب جس کی وجہ سے وہ نان ونفقہ کا مستحق تھیں وہ بالکل ختم اور معدوم ہو جاتا ہے اور اس سبب کے فقدان کی وجہ سے اس کا مسبب (نان ونفقہ) کا حکم بھی اٹھ جاتا ہے۔

عدت کے بعد نان ونفقہ نہ ملنے کے عقلی وجوہات:

مطلقہ عورتوں کو عدت کے بعد شوہر سابق سے قانونی طور پر مستقل گزارہ دلوانا شرعاً و عقلاً کسی طرح بھی درست نہیں، شرعاً تو اس لیے کہ قرآنی نصوص واحکام اور امت مسلمہ کے تعامل کے بالکل ہی خلاف ہے جیسا کہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہوا اور عقلاً اس لیے نہیں کہ ایسی صورت میں حسب ذیل منفی اثرات اور نتائج سامنے آنے کا اندیشہ ہے جس کا سیدھا اثر ہمارے معاشرہ و سماج پر پڑیگا اور سفاکی و بے دردی کے بہت سارے واقعات رونما ہوں گے۔

☆ اگر بعد عدت مطلقہ عورتوں کو زندگی بھر گزارا دینا واجب اور ضروری قرار دے دیا جائے تو ایسی صورت میں کوئی بھی شخص اپنی بیوی کو خواہ وہ کیسی بھی کیوں نہ ہو اس گزارہ کے خوف سے طلاق نہیں دیگا، شریعت اسلامیہ نے جس حکمت اور مصلحت کے پیش نظر ازدواجی زندگی اور خانگی مسائل میں طلاق کا نظام اور سسٹم قائم کیا ہے وہ بالکل ہی فوت ہو جائیگا، میاں بیوی کے درمیان چاہے کتنی تلخی اور نا اتفاقی رہتی ہو پھر بھی اسی کے ساتھ زندگی گزر بسر کرنا پڑیگا اور ایک انسان کی زندگی بالکل خطرہ میں پڑ جائے گی۔

☆ جب بیوی کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے گا کہ اس کا شوہر زندگی بھر گزارہ کے خوف سے اسے کبھی بھی طلاق نہیں دیں گے تو اس کی ہمت کافی بڑھ جائے گی، شوہر کے حقوق کی ادائگی میں کوتاہی کرے گی اگر پہلے سے ناشزہ ہے تو اس کے حوصلے اور بلند ہوں گے، اپنے شوہر سے من مانی کروائے گی، اپنی مرضی کی زندگی گزارے گی، جب اور جہاں چاہے گی آئے گی جائے گی، شوہر کو خاطر میں نہیں لائے گی، خود کو حاکم اور شوہر کو محکوم بنا دے گی، شوہر کو اس کے تابع ہو کر زندگی گزارنا پڑیگا اور مجبوری کی حالت میں اپنے بال بچوں کی مستقبل کو دیکھتے ہوئے اس کے اشاروں پر چلنا ہوگا، آہ وفغاں کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارۂ کار نہ ہوگا اور اس کی پوری زندگی ایک طرح کی عذاب ہو کر رہ جائے گی۔

☆ ہر شخص کی جائداد اور آمدنی میں کچھ لوگوں کے حقوق ہوتے ہیں

استاذ و مفتی ادارۂ شرعیہ اترپردیش، رائے بریلی
kamalmisbahi786@gmail.com

وہ تنہا صرف اپنے لیے نہیں کماتا، بلکہ اس کی کمائی پر ان لوگوں کے بھی حقوق ہوتے ہیں جو اس سے متعلق ہوتے ہیں، اپنے والدین، بال بچوں اور بھائی بہنوں کے لیے ہی لوگ ملازمت اور تجارت کرتے ہیں، محنت و مزدوری کرتے ہیں اور روپیہ پیسہ کماتے ہیں، جس آمدنی سے بہت سارے لوگوں کے طعام وقیام اور خورد ونوش کا انتظام ہوتا ہو، جس آمدنی کے ذریعہ سے بہت سے مریضوں کا علاج چل رہا ہو اور وہ اسی کے سہارے جی رہے ہوں، ایسی آمدنی میں کسی ایسے کا حصہ لگا دینا جس سے کمانے والے کا کوئی تعلق اور رشتہ وناطہ نہیں ہے اور غیر سے بھی غیر ہو گیا پھر مزید یہ بھی کہ اس کو اس پر واجب اور فرض کا درجہ قرار دینا یہ سراسر ظلم وزیادتی ہے، حق وانصاف دلانا نہیں بلکہ مکمل طور سے ناانصافی وحق تلفی ہے، حق والوں کا حق چھین کر دوسروں کو دلوانا ہے اور ان کو ان کے حقوق سے محروم کرنا ہے۔

☆ جب مطلقہ عورتوں کو اپنے شوہر سابق سے پوری زندگی ضروریات زندگی کے سامان ملنے لگیں گے، طعام وقیام، خورد ونوش اور معاش کے سارے انتظام شوہر سابق اس کے لیے ہمیشہ کرتے رہیں گے تو اب وہ دوسری شادی کی بھی ضرورت محسوس نہیں کریں گی، پوری زندگی یوں ہی گزار دے گی، اس طرح جہاں ہمارے معاشرہ میں غیر نکاحی عورتوں کو اضافہ ہوتا جائے گا وہیں دوسری طرف بے شمار مفاسد اور غلط کاریوں کے دروازے بھی کھلتے رہیں گے۔

شریعت اسلامیہ کا کوئی بھی حکم حکمت ومصلحت کے خلاف نہیں ہے، نان ونفقہ کو عدت کے ایام تک محدود رکھنے میں یہ حکمت اور مصلحت بھی پوشیدہ ہے کہ عورت عدت کے بعد اپنے گزر بسر کے لیے اور پاکیزہ زندگی گزارنے کے لیے جلد از جلد کسی دوسرے سے نکاح کرلے اور اس کی زوجیت میں آجائے تاکہ اپنے نان ونفقہ سے بے نیاز ہو کر سکون وراحت کی زندگی گزارے اور شرعی طریقے سے ان کی نفسانی خواہشات کی تکمیل بھی ہوتی رہے۔

☆ ایسی صورت میں سفاکی اور بے دردی کے وہ واقعات رونما ہونگے جو ملک کے طول و عرض میں بڑے پیمانے پر ایک وسیع معاشرہ میں نظر آرہے ہیں، نئی بیاہی عورتیں مطلوبہ جہیز نہ لانے پر جلائی جارہی ہیں، اور انہیں پھانسی کے پھندوں میں لٹکا کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے اور ہمیشہ کی نیند سلا دیا جاتا ہے، ایسے حالات میں اگر مطلقہ عورتوں کے نان ونفقہ کو زندگی بھر واجب اور ضروری قرار دے دیا جائے تو پھر طلاق اور اس کے صلے میں زندگی بھر نان و نفقہ کے بوجھ سے پیچھا چھوڑانے کے لیے بھی اس طرح کے واقعات کثرت کے ساتھ پیش آئیں گے اور ہمارے معاشرہ کی شادی شدہ عورتوں کو طلاق کے ذریعے ان کی مصیبتوں سے نجات ملنے کے بجائے انہیں اپنی زندگی ہی سے ہاتھ دھونا پڑیگا۔

☆ زندگی بھر گزارہ بھتہ کا جو انسان پر اس کی حیثیت اور وسعت سے زیادہ بار گراں ڈال دیا جاتا ہے، اس کی ادائگی کے لیے وہ مجبوری میں کبھی ایسے راستے بھی اختیار کر لیتے ہیں جو راستے بہیمت و حیوانیت کی طرف اسے لے جاتے ہیں، وہ خود غریبی کی وجہ سے اس بوجھ کے تلے دب کر مرنے کے بجائے اپنا بوجھ اور وزن دوسروں کے کاندھوں پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے جس میں دب کر دوسروں کی موت تک ہو جاتی ہے، ایک شریف انسان کی زندگی گناہوں کے دلدل میں پھنس کر رہ جاتی ہے، اور جب یہ بھیانک شکل اختیار کر لیتی ہے جو پہلے دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوا کرتے تھے وہ اب دوسروں کے لیے ناسور ثابت ہونے لگتے ہیں۔

☆ وہ عورت جس کی اپنے شوہر سے علاحدگی ہو گئی، اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی، اس کے اور شوہر کے تمام رشتے اور بندھن ٹوٹ چکے، شوہر کی ضروریات زندگی میں وہ کچھ بھی کام نہ آئے یہ اسکی غیرت وحمیت کے بھی بالکل خلاف ہے کہ وہ اپنے شوہر سابق سے نان ونفقہ اور گزارہ کا بھتہ زندگی بھر حاصل کرتی رہے، نان ونفقہ اور اجرت کے بھی کچھ مقاصد ہوتے ہیں کوئی بھی اجرت محنت سے خالی نہیں ہوتی ہے لیکن یہاں تو کچھ بھی نظر نہیں آرہا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

ان ساری بحثوں کے بعد ایک سوال رہ جاتا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ آخر یہ بے چاری عورت جس کو طلاق ہو گئی ہے، اپنے شوہر سابق سے اس کا ناتا ٹوٹ گیا ہے اس کی ضروریات زندگی کوئی پوری کرنے والا نہیں ہے، اس کے اخراجات اور خورد ونوش کا کوئی انتظام نہیں ہے، رہنے کے لیے مکان پہننے اور اوڑھنے کے لیے کپڑے اور کھانے پینے کے لیے اناج وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں ہے تو وہ بے چاری عورت جائے کہاں؟ کس کا دروازہ کھٹکھٹائے؟ اور ان چیزوں کے لیے کس کو آواز دے؟ کس کے سہارے وہ اپنی زندگی گزارے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو ہر شخص کے ذہن وفکر میں گردش کرتا ہے، ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کے

ذہن و دماغ میں کھٹکتا ہے، ہر فلسفیانہ ذہن رکھنے والوں کو بار بار پریشان کرتا ہے، ہر وہ آدمی جس کو قرآن وحدیث اور مسائل فقہیہ کا علم نہیں ہے وہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ یہ بالکل غلط بات ہے اور اس بیچاری عورت کے ساتھ ناانصافی اور ظلم ہے۔

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ انسانوں کی زندگی کے تعلق سے مذہب اسلام میں جو نظام حیات ہے وہ دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ہے، اسلام نے سماجی اور معاشرتی زندگی کا جو ہمیں نظم دیا ہے اور عورت کو جو درجہ دیا ہے اس کی روشنی میں عورت کا تعلق شادی کے بعد بھی فطری خاندان اپنے باپ، دادا کے گھرانے سے کٹ نہیں جاتا۔ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمیشہ فاطمہ بنت محمد ﷺ ہی رہیں گی چاہے ان کا نکاح فاتح خیبر شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیوں نہ ہوا ہو، امہات المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہمیشہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صدیق اکبر کی بیٹی ہی رہیں گی چاہے ان کا نکاح سید الانبیا محبوب رب دو جہاں حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ساتھ کیوں نہ ہوا ہو، عورتوں کا اپنے ماں باپ کے خاندان سے تعلق کبھی بھی منقطع نہیں ہوتا بلکہ نکاح کے بعد بھی ماں باپ کی جائداد میں وہ وراثت کی حق دار ہوتی ہیں اور اسی حق وراثت کی بنیاد پر طلاق کے بعد پھر وہ اپنے خاندان کی طرف لوٹ جاتی ہیں، جس طرح نکاح سے پہلے لڑکی کے نان ونفقہ اس کے گزر اوقات کے سامان کا انتظام کرنا ماں باپ کا فرض تھا اسی طرح طلاق کے بعد بھی اس لڑکی کا گزارہ اس کی وراثت کے حق سے ماں باپ کا فرض ہے، یہی نہیں اگر شادی کے بعد لڑکی کسی مہلک اور لمبی بیماری میں خدا نخواستہ مبتلا ہو جائے اور اس کا شوہر علاج کرنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو ایسی صورت میں ماں باپ کی ذمہ داری ہوتی ہے اور ان پر فرض ہے کہ وہ اس کے لیے دوا علاج کا انتظام کرے، اور اگر ماں باپ کا انتقال ہو گیا ہے تو پھر اس کے بھائی، چچا، دادا وغیرہ کا فرض ہوتا ہے کہ طلاق کے بعد اس لڑکی کے گزارہ کا انتظام کرے، کیوں کہ یہ عام قانون ہے کہ جن لوگوں کو اس لڑکی کی جائداد میں وراثت کا حق ہے اس لڑکی کا گزارہ بھی ان پر واجب ہے۔

اگر فرض کر لیا جائے مطلقہ عورت کے خاندان میں ایسا بھی کوئی نہیں ہے تو ایسی صورت میں اسلامی بیت المال رفاہی ادارے اور دینی وملی تنظیمیں ہیں، سوسائٹی اور ہمارا سماج ہے جن کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ سماج کی ایسی عورتوں کی زندگی کے گزر بسر کے لیے کوئی انتظام کرے۔

پھر یہ کہ اسلام نے ہمیں صبر کی تلقین کی ہے، عورت صبر کرے اور جو اللہ کے لیے صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کھول دیتا ہے، رازق اللہ ہے شوہر نہیں، حدود شرعیہ میں رہ کر محنت و مزدوری کرے اور جب تک دوسری شادی نہیں ہو جاتی غلبۂ خواہش کو دور کرنے کے لیے روزے رکھے یہی روزہ اس کے لیے ڈھال ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے: ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ۔

(پارہ ۲۸، رکوع ۱۶، آیت ۲)

اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دیگا اور اسے وہاں سے روزی دیگا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ (کنزالایمان)

ذرا غور کیجیے! اگر کوئی عورت طلاق کے ذریعہ اپنے شوہر کی رفاقت سے محروم نہ ہو بلکہ اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے اور بالفرض شوہر کی غربت اور تنگدستی کے سبب شوہر کی وراثت میں بھی اسے کچھ نہ ملا ہو مزید یہ کہ اس کے چھوٹے چھوٹے نابالغ بچے بھی ہوں تو ایسی حالت میں وہ بیوہ عورت کیا کرے گی اور کہاں جائے گی؟ کیا اس کے قریبی رشتہ دار، اعزا و اقربا اس کے اخراجات برداشت نہیں کریں گے؟

عدلیہ کے فیصلے اور ہماری ذمہ داریاں: شریعت اسلامیہ سے متصادم اور اسلامی قوانین کی مخالفت میں ہندوستانی عدالتوں سے جو فیصلے ہو رہے ہیں ان کے ذمہ دار ہم خود بھی ہیں ہماری نفس پرستی، مفاد پرستی اور غیر شرعی حرکتوں کی وجہ سے ہمیں اس طرح شریعت مخالف فیصلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مجبوری میں ان پر عمل بھی کرنا پڑتا ہے کس قدر افسوس کی بات ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلمہ پڑھنے والے اور ان پر ایمان و عقیدہ رکھنے والے اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے خلاف غیر مسلم عدالتوں سے فیصلے کرواتے ہیں، صبح و شام قرآن مقدس کی آیتوں کی تلاوت کرنے والے قرآنی آیتوں کے حکم کے خلاف دنیاوی judgment لیتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، محض دنیاوی مفاد کے لیے شریعت اسلامیہ کو بالائے طاق رکھ کر شرعی معاملات میں قرآن وحدیث کے خلاف فیصلے حاصل کرتے ہیں جبکہ پورے ہندوستان

میں ملکی، صوبائی اور علاقائی سطح پر دارالقضا اور شرعی عدالتیں قائم ہیں جہاں قاضیان شرع ان شرعی عدالتوں کے مسند نشیں ہو کر ان کو زینت دے رہے ہیں ارباب فقہ وافتا اس طرح کے مسائل کا تصفیہ کیلیے اسلامی اصول وضوابط کا ایک مکمل نظام حیات لے کے شب وروز ہمارا انتظار کرتے ہیں، مدارس اسلامیہ کے ذمہ داران وعہدے داران لاکھوں کی رقم صرف کر کے ہمارے شرعی مسائل کے حل کے لیے ہمارے واسطے دارالقضا اور دارالافتا، کھولے بیٹھے ہیں جہاں بغیر کسی اجرت اور مالی خرچ کے بہت ہی کم وقت میں ان مسائل کا حل پیش کیا جاتا ہے اور ان کی گتھیاں سلجھائی جاتی ہیں لیکن ان سب کے باوجود ہماری شرعی عدالتیں خالی نظر آتی ہیں اور سول کورٹ فیملی کورٹ، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں ان مسئلوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے ہم مسلسل ان عدالتوں کا چکر کاٹتے ہیں اور چکر کاٹتے کاٹتے ایڑیاں گھس جاتی ہیں ہزاروں اور لاکھوں روپیوں کا صرفہ آتا ہے ایک طویل زمانے تک انتظار کرنا پڑتا ہے تب جاکر کہیں فیصلہ آتا ہے اور ہم کسی نتیجے پر پہنچتے ہیں ۔

کورٹ سے غیر شرعی حکم حاصل کرنے والوں پر حکم شرعی: واضح رہے کہ کسی بھی مسلم مطلقہ خاتون کو اس کے شوہر سابق سے طلاق کی عدت کا نان نفقہ ملنے کے باوجود دوسری شادی نہ ہونے تک یا پھر زندگی بھر کے لیے نان نفقہ اور گزارا بھتہ کے لیے کورٹ کی طرف رجوع کرنا اور اس سے فیصلہ لینا سخت ناجائز وحرام ہے، خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" فان تنا زعتُم فی شی فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الا خر ذلك خیرو احسن تاویلا " (پ۵ ع۴ سورہ نساء آیت ۵۹)

ترجمہ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو یہ بہتر ہے اور اسکا انجام بہت اچھا ہے (کنزالایمان)

جو عورتیں اس طرح کے مقدمات عدالت میں قائم کر چکی ہیں اور ابھی فیصلہ نہیں آیا ہے ان پر لازم وضروری ہے کہ وہ اپنا مقدمہ فوراً واپس کر لیں، اگر وہ ایسا نہیں کرتی ہیں تو ایسی عورتوں کا اور اس کے باپ وغیرہ جتنے لوگ اس مقدمے میں ان کی حمایت میں شریک ہیں مسلمان ان کا سماجی بائیکاٹ کریں اور ان سے بالکل قطع تعلق کریں اس لیے کہ انہوں نے قرآن وحدیث اور اسلامی قانون کے خلاف دعوی کیا ہے اور جو مطلقہ عورتیں اس طرح کے فیصلوں کے توسل سے عدت کے بعد کا اپنے سابق شوہروں سے گزارا بھتا وصول کر رہی ہیں ان کا یہ گزارہ بھتا لینا ناجائز وحرام ہے وہ گزارہ لینا بالکل بند کردیں خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تاکلو ا اموالکم بینکم بالباطل و تدلو بھا الی ا لحکام لتا کلو افریقامن اموال الناس بالاثم و انتم تعلمون (پ۲ ع۸ سورہ بقرع آیت ۱۸۷)

ترجمہ: اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس مقدمہ اس لیے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال ناجائز طور پر کھالو جان بوجھ کر (کنزالایمان)

مطلقہ عورتوں ،ان کے سرپرستوں اور مسلمان وکیلوں سے ایک گزارش: اخیر میں ہماری مطلقہ ماں بہنوں سے گزارش ہے کہ اگر اپنی نسوانی عزت وآبرو پیاری ہے تو راہ اسلام کی پیروی کریں ادھر ادھر نہ بھٹکیں اسلامی شریعت میں عورتوں کے تحفظ کی مکمل ضمانت ہے اور اسی میں دین ودنیا کی مکمل کامیابی ہے مطلقہ عورتوں کے سرپرستوں سے اپیل ہے کہ وہ ان ماتحتوں کو شرعی حکم سے آگاہ کریں اور اسی پر عمل کرنے کی انہیں تاکید کریں، کورٹ وغیرہ جانے سے انہیں حتی المقدور روکیں اور ان کی بے جا حمایت میں ایڑی چوٹی کی کوشش نہ کریں ان عدالتوں میں جو مسلمان وکلا وکالت کے پیشے سے جڑے ہوئے ہیں اور لوگوں کو ان کے حقوق اور انصاف دلانے میں ہمہ تن مصروف ہیں ان سے بھی گزارش ہے کہ اس طرح کے حرام اور ناجائز مقدموں کی پیروی نہ کریں، اللہ رزاق اور مسبب الاسباب ہے وہ چاہے گا تو کہیں سے بھی آپ کے لیے رزق کا دروازہ کھول دیگا، حلال طریقے سے زندگی گزاریں اور حرام آمدنی کی روزی سے اپنے اور اپنے بچوں کے قلوب کو سیاہ نہ کریں۔ اس طرح کے مقدمات کو لے کر اگر کوئی ان کے پاس پہنچیں تو انہیں پیار ومحبت سے سمجھا بجھا کر واپس کردیں اور شریعت اسلامیہ کے احکام پر عمل کرنے کی تاکید وتلقین کریں اس طرح سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دعوت وتبلیغ کا ثواب بھی ملے گا اور اسلامی شریعت جس کا تحفظ تمام مسلمانوں کی اہم ذمہ داری ہے وہ بھی محفوظ رہے گی، اگر ہندوستان کے تمام مسلمان ایڈوکیٹ اور وکلا مشترکہ طور پر اس بات کا عہد کرلیں اور اس تجویز پر عمل کرنا شروع کردیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے فیصلوں میں کافی حد تک لگام لگے گا اور ہمارے شرعی معاملات میں غیروں کو مداخلت کا موقع بھی نہیں ملے گا

----------(جاری)

شاہ عبدالعلیم آسیؔ سکندرپوری

پروفیسر شمس الرحمٰن فاروقی

حضرت آسیؔ کے بارے میں پہلی بات جو میرے حافظے میں ہے وہ بنارس میں ایک مشاعرہ ہے جو میرے نانا مولوی محمد نظیر مرحوم کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ میں اس وقت بہت چھوٹا تھا، دس گیارہ برس سے زیادہ کی عمر نہ رہی ہوگی کیونکہ میں نانا صاحب کے ساتھ اسٹیج ہی پر بٹھایا گیا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے، مشاعرے میں ہجوم بہت تھا اور اسٹیج پر بھی بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے جو سب کے سب غالباً شاعر ہی رہے ہوں گے۔ مشاعرہ کا آغاز حضرت شاہ آسیؔ صاحب کی ایک غزل سے ہوا جسے ایک نوجوان نے تحت میں سنایا تھا۔ غزل کے پہلے کسی صاحب نے اعلان کیا تھا کہ مشاعرے کا آغاز حضرت آسیؔ کی غزل ہوگا۔ ان صاحب نے بڑے اعتماد سے غزل پڑھی۔ ایک دو شعر مجھے اب تک یاد ہیں۔

پوچھتے ہو کہ سرِ وحدت کیا
ماسوا کی بھلا حقیقت کیا
ہم نہیں جانتے قیامت کیا
آج اگر تم ملو قباحت کیا

ان اشعار کو میں ٹھیک سے سمجھا نہیں، لیکن مطلع خود بخود ہی دل میں کھب کر رہ گیا۔ میں یہ نہ سمجھا کہ میرے نانا مشاعرے کی صدارت کیوں کر رہے تھے۔ وہ بنارس شہر کے بڑے لوگوں میں تھے، علم دوست اور عالموں، صوفیوں کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے لیکن آسیؔ صاحب سے ان کی نسبت کیا تھی، یہ مجھے بہت بعد میں معلوم ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ میرے پر نانا مولوی عبد القادر المتخلص بہ قادر بنارسی حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے حلقۂ ارادت میں تھے اور ۱۸۹۵ء میں آپ کے وصال کے بعد وہ حضرت شاہ عبدالعلیم صاحب آسیؔ کے مرید ہوئے اور یہ نسبت تھی جس کی بنا پر میرے نانا صاحب کو اس مشاعرے کی صدارت کے لیے بلایا گیا تھا۔

حضرت آسیؔ کا نام آسیؔ وقت ذہن میں تھا، لیکن ان کے کلام سے واقفیت بس آسیؔ غزل تک محدود تھی جس کے دو شعر میں نے اوپر درج کیے ہیں۔ کچھ مدّت بعد جب میرے والد مرحوم کا تبادلہ گورکھپور ہو گیا تو وہاں مجنوںؔ صاحب کے بارے میں میں نے سنا کہ ان کی رائے میں حضرت آسیؔ غازی پوری کو رنگ میرؔ کا سب سے سچا شاعر کہنا چاہیے۔ پھر جناب آسیؔ کے کئی شعر میں نے ادھر ادھر سنے اور ان کے کئی مزید شعر مجھے یاد ہو گئے، مثلاً۔

وصل پر دل میں اب تک ذوقِ غم پیچیدہ ہے
بلبلہ ہے عینِ دریا میں مگر نم دیدہ ہے
بے حجابی وہ کہ ہر شے میں ہے جلوہ آشکار
اس پہ گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

اور کسی دوسری غزل کے یہ شعر:

تاب دیدار جو لائے مجھے وہ دل دینا
منھ قیامت میں دکھا سکنے کے قابل دینا
ذوق میں صورتِ موج آکے فنا ہو جاؤں
کوئی بوسہ تو بھلا اے لبِ ساحل دینا

حضرت علامہ کا دیوان ”عین المعارف“ اس وقت میری نظر سے نہیں گذرا تھا۔ ایک مدّت بعد جب وہ ہاتھ لگا تو جناب شاہد علی سبز پوش کے دیباچے سے معلوم ہوا کہ میرے دادا حکیم مولوی محمد اصغر صاحب بھی حضرت علامہ آسیؔ صاحب کے نیاز مندوں میں تھے۔ حضرت کے مرض الموت کی خبر سن کر حضرت شاہد علی سبز پوش کے ساتھ میرے دادا مولوی حکیم محمد اصغر صاحب بھی غازی پور تشریف لے گئے تھے۔ جناب آسیؔ کے ساتھ یہ میری دوسری نسبت تھی۔

مجنوںؔ گورکھپوری نے مجھے پڑھایا تو نہیں، لیکن میرے زمانے کے گورکھپور میں ان کا نام بلا مبالغہ بچے بچے کی زبان پر تھا اور ان سے منسوب یہ قول کہ شاہ آسیؔ کے کلام اور کلامِ میرؔ میں

گہری مماثلت ہے، میرے لیے سند کا درجہ رکھتا تھا۔ لیکن میرا خیال ہے کہ مجھے جو حضرت علامہ شاہ آسی صاحب کے کلام سے ایک حد تک غائبانہ دلچسپی پیدا ہوئی تو اس کی وجہ یہی نسبت تھی جس سے میں اس وقت بےخبر تھا، لیکن میرے بزرگوں اور حضرت علامہ کی باطنی قوت مجھے ان کی طرف کھینچتی تھی۔ ”عین المعارف“ کے ہاتھ آنے کے بعد سے اب تک میں نے آپ کے کلام کو بار بار دیکھا ہے اور ہر بار جس بات نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ ہے کہ ناسخ اور غالب کے رنگ، یعنی خیال بندی میں متصوفانہ مضامین کی بہار دیکھنی ہو تو حضرت آسی کا کلام پڑھیے۔ غالب نے اپنے بارے میں ایک جگہ لکھا تھا کہ مضامین شعر کی خاطر کچھ تصوف، کچھ نجوم لگا رکھا ہے، ورنہ یہاں موزوں طبعی کے سوا کیا رکھا ہے۔ یہ بات محض کسر نفسی نہیں ہے، بلکہ حقیقت ہے۔ مجھے محمد حسن عسکری نے اس نکتے کی طرف متوجہ کیا تھا کہ غالب کے یہاں تصوف پر مبنی مضامین میں کچھ خاص گہرائی یا باریکی نہیں ہے۔ غالب کے قصیدے۔

ع دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں

کے بارے میں جیلانی کامران مرحوم نے اپنے ایک مضمون میں بہت نکتہ آفرینیاں کی ہیں اور حضرت شیخ اکبر کے تصورات کی روشنی میں اس قصیدے پر اظہار خیال کیا ہے۔ میں نے جب عسکری صاحب سے اس قصیدے اور جیلانی کامران کے مضمون کے سلسلے میں کچھ روشنی چاہی تو انہوں نے مجھے لکھا کہ غالب سے متصوفانہ مضامین کیا بندھتے۔ وہ تو اس قصیدے کی تشبیب کے بعد میدان ہی چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (یا ایسے ہی کچھ الفاظ تھے۔ عسکری صاحب کا وہ خط کئی بار چھپ چکا ہے۔) اس وقت تو عسکری صاحب کی بات میری سمجھ میں ٹھیک سے نہ آئی، لیکن آہستہ آہستہ مجھے ان کی رائے سے متفق ہونا پڑا۔ خدا نما حضرت غمگین دہلوی ثم گوالیاری المعروف بہ حضرت جی کا دیوان رباعیات اس وقت تک شائع نہیں ہوا تھا۔ میں نے حضرت جی اور غالب کے مابین مکاتبت پر ایک مضمون پڑھا تھا، اس میں ان رباعیوں کا تذکرہ تھا۔ بہت مدت بعد جب حضرت جی کا دیوان رباعیات شائع ہوا تو میں نے اسے پڑھا اور محسوس کیا کہ متصوفانہ مضامین کو ادا کرنے میں اگر کوئی شخص حضرت آسی کا ہمسر ہو سکتا ہے تو وہ حضرت غمگین ہیں۔ لیکن نہایت ادب سے کہنا پڑتا ہے کہ حضرت غمگین کے یہاں روانی اور سلاست اتنی نہیں جتنی کہ اردو کی شاعری تقاضا کرتی ہے۔ ان کے یہاں مسائل کو نظم کرنے کا اہتمام ہے، شعر کہنے کا نہیں۔

حضرت آسی سکندرپوری کے کلام میں، خواہ وہ غزل ہو خواہ رباعی، اردو زبان کی سلاست اور شگفتگی اور برجستگی کے وہی انداز نظر آتے ہیں جو ہمارے تمام بڑے شعرا کا خاصہ ہیں۔ چونکہ خیال بندی کے رنگ میں تجریدی، پیچیدہ لیکن غیر حقیقی مضامین بیش از بیش بندھتے ہیں، اس لیے متصوفانہ مضامین اور تصوف کی سرمستی اور ربودیت کے انداز خیال بندی سے بہت بعید ہیں۔ آسی سکندرپوری کا کمال یہ نہیں ہے (جیسا کہ مجنوں گورکھ پوری نے حضرت آسی سکندرپوری پر اپنے مفصل مضمون میں لکھا ہے) کہ وہ ”دبستان ناسخ کے میر ہیں“۔ ان کا کمال در اصل یہ ہے کہ انہوں نے ناممکن کو ممکن کر دکھایا، یعنی خیال بندی کے رنگ میں تصوف بھر دیا۔

جیسا کہ سب کو معلوم ہے، حضرت آسی کے استاد حضرت شاہ غلام اعظم افضل الہ آبادی کو ناسخ کی شاگردی اور میزبانی دونوں کا شرف حاصل تھا۔ وہ کئی بار الہ آباد آئے اور ہر بار شاہ غلام اعظم افضل کی قیام گاہ خانقاہ، یعنی دائرۂ شاہ اجمل میں مہمان ہوئے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے ناسخ کا شعر نقل کیا ہے۔

ہر پھر کے دائرے ہی میں رکھتا ہوں میں قدم
آئی کہاں سے گردش پرکار پاؤں میں

لیکن انہوں ”دائرے“ کی تلمیح یا ایہام کو واضح نہیں کیا، کہ یہ اقلیدس کا دائرہ بھی ہے اور دائرۂ شاہ اجمل بھی۔ علامہ آسی کے شاگرد مولوی عبد الاحد شمشاد لکھنوی تھے جن کے بارے میں حضرت آسی کا ارشاد تھا کہ شمشاد کو ناسخ سے برتر نہ جانو تو کمتر بھی نہ سمجھو۔ شمشاد لکھنوی کا سارا کلام خیال بندی کا شاہکار کہا جا سکتا ہے، لیکن اس میں تصوف شاید نام کو ہو تو ہو۔ جناب آسی کے کلام میں خیال بندی اور تصوف کے ضدین یکجا ہو گئے ہیں۔ ایک نہایت بے کیف زمین میں چند مطلع ملاحظہ ہوں۔

ساتوں فلک ہیں نقطۂ ناف فضائے دل
یعنی نگاہ ہو تو نہیں کچھ ورائے دل
دل جس سے لگ گیا وہی نکلا بجائے دل
یا یوں کہو کہ کچھ بھی نہیں ہے سوائے دل
سوگند بے دلوں کی تجھے اے خدائے دل
دینا ہو کچھ مجھے تو نہ دینا سوائے دل

انسان کے لیے نہیں دولت سوائے دل

در در پھرو جہان میں ہو کر گدائے دل

صرف مطلع کی مضمون آفرینی اور مضمون کو پوری طرح بیان کرنے کا انداز دیکھیے۔ دل کی وسعت کے بارے میں صوفیہ اور دوسرے شعرا بھی کہتے آئے ہیں۔ ایک طرح سے اسے تصوف کے پامال مضامین میں کہا جا سکتا ہے۔ لیکن شاہ آسی نے پہلے تو دل کے لیے فضا تیار کی، پھر اس فضا کا مرکز (ناف) بنایا، پھر ناف کے اعتبار سے مرکز کو نقطہ کہا، اور پھر یہ بھی اشارہ کر دیا کہ نقطہ ایک موہوم شے ہے کہ وہ ہے بھی اور نہیں بھی (جیسا کہ اقلیدس ہمیں بتاتی ہے) اب دل کی حقیقت کیا ہوئی، ایک لامرکز فضا، کہ اس کا مرکز ایک نقطہ ہے جو بے وجود ہوتا ہے۔ اب جب یہ معلوم ہو گیا کہ دل وہ فضا ہے کہ جس کا مرکز ہے ہی نہیں، اس کے بسط و وسع کا کوئی حساب ہی نہیں، تو پھر یہ بات ثابت ہونے میں کیا دیر رہی کہ ساتوں فلک کچھ نہیں ہیں، دل کی فضائے لامتناہی میں محض ایک نقطہ ہیں۔ یعنی دل کی فضا غیر محدود ہے، اور اس کا ایک نقطہ ساتوں آسمان ہیں، کہ بظاہر لاحد وہ بھی ہیں، لیکن فضائے دل کے سامنے وہ بے وجود ہیں۔ اب دوسرے مصرعے میں کہا کہ نگاہ بصیرت ہو تو تم جان لو گے کہ دل کے آگے کچھ بھی نہیں ہے۔ شرط یہ ہے کہ تمھاری آنکھ ایسی ہو کہ اسے دل کا مشاہدہ کرنے کی قوت ہو۔ اور دل کا مشاہدہ کرنے کی قوت سے مراد ہے جمال الٰہی کو مشاہدہ کرنے کی قوت ہو جب وہ دل عاشق پر عکس فگن ہوتا ہے۔ اکثر لوگوں نے حضرت شاہ صاحب کے ایک مطلع کو عشق حقیقی اور عشق مجازی کے بین بین سمجھا ہے۔ میں اسے اوپر بھی نقل کر چکا ہوں۔

تاب دیدار جو لائے مجھے وہ دل دینا

منھ قیامت میں دکھا سکنے کے قابل دینا

یہاں "تاب دیدار" کا متحمل ہونے والا دل سے مراد معشوق مجازی کے حسن کا دیدار نہیں ہے، بلکہ جمال الٰہی کا دیدار ہے جب وہ دل عاشق پر جلوہ ریز ہوتا ہے۔ اس میں حضرت موسیٰ اور طور سینا کی طرف اشارہ ہے، لہٰذا

ساتوں فلک ہیں نقطۂ ناف فضائے دل

یعنی نگاہ ہو تو نہیں کچھ ورائے دل

میں سارا معاملہ تجلی الٰہی سے متعلق ہے۔ اور شعر ہر طرح مکمل، پورے ثبوت کے ساتھ ہمارے سامنے جلوہ افروز ہے۔ آسی

غزل کے ایک شعر میں فارسیت اور مضمون آفرینی کا کمال دیکھیے :

اے تیغ بے گنہ کش ابروئے دلربا

ناخن ترا ہے عقدۂ مشکل کشائے دل

ناخن اور تیغ پر ناسخ کا بھی ایک لاجواب شعر ہے:

ہاتھ سے اس قاتل عالم کے کیوں کر دل بچے

جس کا ہر ناخن بریدہ غیرت شمشیر ہے

ناسخ نے ناخن بریدہ کو غیرت شمشیر کہہ کر بے نظیر تشبیہ مرکب پیدا کی اور مناسبت بھی عجب رکھ دی کہ شمشیر کا کام تو کاٹنا ہے اور یہاں ناخن خود ہی بریدہ ہے، یہ عمدہ بات ہے۔ لیکن شاہ آسی نے ناخن کو مشکل کشا کہہ کر دونوں مصرعوں میں پر لطف فضا پیدا کر دیا۔ ابرو کی تیغ تو بے گنہ کش ہے، لیکن بے گناہوں کو قتل کرنے سے اچھا ہے کہ ناخن سر تیز سے دل کو چیر کر اس کی گرہ وا کر دی جائے، یعنی جب دل کو چاک کر دیا تو اس کی گرفتگی ختم ہو گئی۔ دل رہا یا مٹ گیا، دونوں صورتوں میں مقصد پورا ہو گیا، کہ معشوق کے ہاتھوں قتل ہونا نصیب ہوا۔ میر کہتے ہیں۔

اٹھی تھی اس کی تیغ ہوئے خوش نصیب لوگ

گردن جھکائی میں نے سنا یہ اماں ہے اب

یہاں سوال اٹھ سکتا ہے کہ یہ مضمون تو عشق مجازی کے عالم سے معلوم ہوتا ہے، اس میں تصوف کہاں؟ لیکن یہ کیوں ضروری قرار دیا جائے کہ صوفی شاعر کا ہر شعر تصوف ہی کے عالم سے ہو۔ شعر گوئی کے آداب اور غزل کی روایت دونوں ہی تقاضا کرتے ہیں کہ غزل میں مضامین کی رنگارنگی ہو۔ لیکن ایک بات اور بھی ہے۔ آسی نے کبھی کبھی معشوق حقیقی کو معشوق مجازی کا بھی جامہ پہنا دیا ہے۔ ان کی مشہور غزل وصل ہے پر دل میں اب تک ذوق غم پیچیدہ ہے کا مقطع اس سلسلے میں دلچسپی سے خالی نہیں۔

حشر میں منھ پھیر کر کہنا کسی کا ہائے ہائے

آسی گستاخ کا ہر جرم نابخشیدہ ہے

مجنوں صاحب نے اس شعر کے بارے میں لکھا ہے کہ "شاعر نے عارفانہ وجدانات کو عاشقانہ واردات بنا دیا ہے اور اس کو اپنی اپنی توفیق اور بصیرت پر چھوڑ دیا ہے کہ داور حشر کو جو جی چاہے سمجھ لو"۔ یہ نکتہ ہے تو بہت دلچسپ، لیکن آسی کے یہاں بہت سے اشعار ایسے ہیں جنھیں ہم غزل کے شعر، اور خاص کر معاملہ بندی

کے شعر کہہ سکتے ہیں۔ ان کی صوفیانہ توجیہ میرا مرتبہ نہیں۔

وعدہ کرنے سے بھی تنگی دہن نے روکا
بوسہ کیسا کہ زباں اس کو ہے مشکل دینا

اور کچھ نہیں تو قافیہ ہی ہمیں حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ اور مضمون ایسا کہ جسے خسرو سے لے کر غالبؔ نے طرح طرح سے باندھا اور شاہ آسیؔ صاحب نے پھر بھی ایک نیا پہلو نکال لیا۔

زبان یار مَن ترکی و من ترکی نمی دانم
چہ خوش بودے اگر بودے زبانش در دہان من

کیا خوب تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا
بس چپ رہو ہمارے بھی منھ میں زبان ہے

شاہ آسیؔ صاحب کے یہاں ایسے اشعار کی کمی نہیں جنہیں میں عشقیہ معاملات کے عالم سے سمجھتا ہوں۔

لگی دل کی بجھاتے ہیں جو کھل جاتے ہیں دانت ان کے
یہ موتی کام کرتے ہیں دم تقریر پانی کا

"لگی" کا ایہام اور موتی کے آب کا مضمون ذہن میں ہو تو شعر کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔ ایک اور شعر میں ایہام کا کرشمہ دیکھیے۔

مرے آنسو جو پونچھے یار نے دھانی دوپٹے سے
ہوا سر سبز آخر اشک بے تاثیر کا دانہ

خواجہ ہاشم برہان پوری کی کیا عمدہ رباعی ہے، اور اہل ریو کے کاروبار پر کس قدر طنز سے بھرپور۔

چوں دل نہ کشود روز گار تو عبث
شگفت چوں ایں غنچہ بہار تو عبث
گر دانۂ اشکے بہ زمیں نفشانی
اے خواجہ تمام کشت کار تو عبث

دیکھیے آسیؔ صاحب دانۂ اشک کے مضمون کو کہاں سے لائے اور اسے کیا رنگ دے دیا۔ ایک غزل کے مقطع میں کہتے ہیں۔

اگر بیان حقیقت نہ ہو مجاز کے ساتھ
تو شعر لغو ہے آسیؔ کلام ناکارہ

یعنی بقول غالبؔ۔

سرپائے خم پہ چاہیے ہنگام بے خودی
رو سوئے قبلہ وقت مناجات چاہیے

یعنی بحسب گردش پیمانہ صفات
عارف ہمیشہ مست مئے ذات چاہیے

اگر غالب کی بات قبول کی جائے تو جناب آسیؔ کے بہت سے اشعار کو سمجھنے کے لیے اشارہ مل سکتا ہے۔

پسند آئے تو لے لو دل ہمارا
مگر دل پھر بھی کس قابل ہمارا
جمال ان کا ہے آب زندگانی
مگر ہے جینا کیا مشکل ہمارا
چھری بھی تیز ظالم نے نہ کر لی
بڑا بے رحم ہے قاتل ہمارا

حضرت شاہ آسیؔ سکندر پوری کے کلام میں دو انتہائیں ہیں۔ ایک کو ہم معروف سے تعبیر کر سکتے ہیں اور دوسری کو ہم گردش پیمانہ صفات قرار دے سکتے ہیں۔ چند شعر دوسری انتہا کے مزید سنیے۔

کوچۂ زلف صنم میں اہلِ دل جاتے ہیں کیوں
اور جاتے ہیں تو دل سی چیز چھوڑ آتے ہیں کیوں
یہ حسرت کی لذت یہ ذوقِ تمنا
شب وصل ادھر سے حیا چاہتا ہوں
ہائے ایک چاند سے ٹکڑے نے ستارے کی طرح
مدتوں شام سے تا صبح جگایا ہم کو
تیرے تلووں کی چھڑائی ہوئی مہندی کی طرح
خاک میں تیری جدائی نے رلایا ہم کو

ان اشعار اور اس طرح کے متعدد اشعار کی صوفیانہ توجیہ ہو سکتی ہے، مجھے اس سے اتنی غرض نہیں جتنی اس بات سے ہے کہ اس طرح کے اشعار میں شاعر کی طبیعت کی شگفتگی، اس کا چونچال پن، اس کی بے تکلفی، اسے اوروں سے ممتاز کرتی ہے اور لطف یہ کہ انداز وہی خیال بندی کے ہیں۔ مجنوں گورکھپوری نے آسیؔ کا حق ادا کرنے کی سعی بلیغ کی تھی، لیکن ابھی حق ادا نہ ہو سکا تھا، اور نہ ہی میرے ان حروف پریشاں سے ادا ہو سکتا ہے۔ میں یہی کہہ کر بس کرتا ہوں کہ ہمارے بڑے شعرا کی محفل میں آسیؔ کی جگہ مستحکم ہے۔

ہاں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں کہ مجنوںؔ اور فراقؔ گورکھپوری کی تحریروں کے باعث آپ کا نام آسیؔ، غازی پور میں ہے لیکن آپ کا وطن ضلع بلیا کا مشہور گاؤں سکندر پور ہے اور آپ سے یہی نسبت درست ہے۔ ☆☆☆

نقد و نظر

نام کتاب:	**انصاف الامام احمد رضا**
مصنف:	شیخ محمد خالد ثابت مصری
نام ترجمہ:	امام عشق و عرفاں
مترجم:	مولانا عبد الغفار اعظمی
صفحات:	۲۷۲
ناشر:	المجمع الاسلامی، مبارک پور اعظم گڑھ (یو۔ پی)
مبصر:	مولانا محمد عارف اللہ فیضی

یہ کتاب مصر کے ایک علمی و ادبی گھرانے سے تعلق رکھنے والی اعلیٰ تعلیم یافتہ شخصیت ڈاکٹر محمد خالد ثابت کی عربی تالیف "انصاف الامام احمد رضا" کا سلیس، شستہ اور سہل اردو ترجمہ ہے جو حضرت مولانا عبد الغفار اعظمی، استاذ مدرسہ عربیہ اشرفیہ ضیاء العلوم، خیر آباد، مئو کے قلم سے ظہور آشنا ہوا ہے۔

مصنف ایک کہنہ مشق استاذ ہونے کے ساتھ عربی زبان و ادب کا اچھا ذوق بھی رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد خالد ثابت ۱۳/ اپریل ۱۹۴۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی اور ثانوی درجات کی تعلیم کے بعد قاہرہ میں قائم امریکی یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔

درجات عالیہ کے آخر مرحلے میں تھے کہ تبلیغی جماعت سے وابستہ ہو گئے اور تعلیم کو خیر باد کہہ کر اس کے مبلغین کے ہم راہ تقریباً دس سال تک مختلف ممالک کے دورے کرتے رہے۔ اسی ضمن میں انہوں نے چار بار ہندوستان کا بھی دورہ کیا۔

تبلیغی جماعت سے وابستہ لوگوں نے انہیں باور کرایا تھا کہ وہ جماعت صوفیہ کے ساتھ حسن ادب رکھتے ہیں لیکن بہت بعد میں انہیں پتہ چلا کہ دہلی کی بستی نظام الدین میں قائم تبلیغی مرکز کے قریب ہی حضرات خواجہ نظام الدین اولیا رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار مبارک واقع ہے جس کی زیارت کو یہ لوگ نہیں جاتے۔ کیوں کہ یہ اولیا صالحین کی قبروں کی زیارت کو پسند نہیں کرتے، اس لیے انھوں نے اس جماعت سے علاحدگی اختیار کر لی۔ وہ تبلیغی جماعت کے ساتھ گزارے ہوئے اپنے اوقات کو "عہد جاہلیت" سے تعبیر کرتے اور اس جماعت کو وہابیت کی نشر و اشاعت کے بڑے محرکات میں شمار کرتے ہیں۔

قاہرہ میں انھوں نے "دار المقطم" کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا جس سے اب تک ان کی پچیس سے زائد کتابیں اشاعت پذیر ہو چکی ہیں۔ استاذ محترم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی کی عربی کتاب "حدوث الفتن وجهاد أعيان السنن" کو بھی انہوں نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اپنی اس گراں قدر اور اہم معلومات پر مشتمل اس کتاب میں "امام احمد رضا قادری بریلوی کو میں نے کیسے پہچانا؟" کے زیر عنوان لکھتے ہیں: "اس (بریلویت) سے متعلق دل میں جو تاثر جما ہوا تھا وہ یہ تھا کہ بریلویت بھی قادیانیت اور بہائیت کی طرح کوئی خارج از اسلام فرقہ ہے اور اس سے تعلق رکھنے والوں کی کچھ ایسی سرگرمیاں ہیں جن کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں"۔

مگر خوش قسمتی سے ان کی ملاقات جامع ازہر مصر میں "الدراسات العليا" کے ایک طالب علم جناب عبد النصیر لاتور (کیرالا) سے ہو گئی۔ جن کے ذریعے انہیں نہ صرف امام احمد رضا قادری سے تعارف ہوا بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ بریلی ہی ہندوستان میں "اہل سنت و جماعت ہیں" یہ ان کے لیے بڑی حیرانگیز بات تھی۔

محترم عبد النصیر صاحب نے انہیں امام احمد رضا قادری کی بعض اور ان کی حیات اور علمی و دینی و تجدیدی خدمات اور سرگرمیوں پر لکھی جانے والی بعض کتابیں فراہم کیں جن کے مطالعے کے بعد جہاں امام احمد رضا قادری انہیں ایک "جہانِ علم و فضل" نظر آئے، وہیں ان کے لوح دل پر یہ تاثر بھی نقش ہو گیا کہ امام احمد رضا قادری عشقِ رسالت مآب سے سرشار و شاد کام ایسی ہستی کا نام ہے کہ مدح و ثنائے رسول میں جس کے متعدد قصائد اور دیوان موجود ہیں۔

انہیں مشاہدے سے معلوم تھا کہ محبتِ رسول کا بلند و بالا مقام اللہ تعالیٰ کسی بدمذہب یا منافق یا متردد کو نہیں عطا فرماتا۔ اور خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد بھی ہے۔ "المرء مع من أحب" آدمی اسی کے ساتھ رہتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

اس لیے اب ان کے دل میں امام احمد رضا قادری کی عقیدت و محبت گھر کر گئی اور اسی کے نتیجے میں ان کی تصنیف "من أقطاب الأمة فى القرن العشرين" منظر عام پر آئی جس میں انھوں نے

تین ممتاز شخصیات میں امام احمد رضا قادری کا ذکر سب سے پہلے کیا۔

"انصاف الامام احمد رضا" میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے قلمِ حقیقت رقم سے کئی اہم نکات کو موضوعِ سخن بنایا ہے۔ اس میں انھوں نے امام احمد رضا قادری کا مختصر اور جامع تعارف پیش کرنے کے بعد خود امام کے بیان کردہ تین مقاصد کو "نقطۂ ارتکاز" کی حیثیت دی ہے۔

وہ مقصد یہ ہیں۔ (۱) عظمتِ رسالت کا دفاع (۲) بدمذہبوں کا رد (۳) امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے مذہب پر فتویٰ۔

مقصد اول میں انہوں نے فتنۂ وہابیت کی ابتدا پر روشنی ڈالنے کے ساتھ اعیانِ وہابیت مولوی قاسم نانوتوی کے خاتمیت محمدی کا انکار کرنے، مولوی رشید احمد گنگوہی کے کذب باری تعالیٰ کو ممکن ماننے اور نبی کریم ﷺ کے علم کو شیطان اور ملک الموت کے علم سے کمتر قرار دینے اور مولوی اشرف علی تھانوی کے علم غیب رسول کو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے علم غیب جیسا ٹھہرانے کے باطل بے بنیاد عقائد و نظریات پر سنجیدہ تنقید و تبصرہ کیا ہے۔

علم غیب رسول علیہ التحیۃ والثنا کے موضوع پر حرمِ مکہ میں تصنیف کی جانے والی امام احمد رضا قادری کی علمی و تحقیقی کتاب "الدولة المكية" پر حرمین طیبین اور دیگر بلاد اسلامیہ کے چند سرآمد روزگار علما کی تقریظات کا بھی اس میں ذکر کیا ہے۔

مقصد دوم میں قادیانیوں اور شیعوں کے عقائد اور ان کے رد میں امام احمد رضا قادری کی تصانیف اور صلح کلیت کے علم بردار ندوۃ العلما کی سرکوبی کے لیے امام احمد رضا قادری اور ان کے احباب و رفقا کی مساعی جمیلہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ تبلیغی جماعت اور مدرسۂ دیوبند، عقائد علمائے دیوبند، کافروں سے دوستی، انگریزوں سے بغاوت اور جاہل صوفیہ کے کردار پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

مقصد سوم میں انہوں نے جماعتِ اہل حدیث کی پیدائش، اس کے عروج و ارتقا اور مقلدین مذاہب اربعہ سے متعلق ان کے کچھ جارحانہ اقوال ذکر کرنے کے بعد ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی کی کتاب "اللامذهبية أخطر بدعة تهدد الشريعة الاسلامية" (غیر مقلدیت شریعت اسلامیہ کو چیلنج کرنے والی خطرناک ترین بدعت ہے) کی خاص خاص باتوں کو بھی اپنی اس کتاب میں شامل کیا ہے۔ ایوانِ غیر مقلدیت میں زلزلہ برپا کر دینے والی ڈاکٹر بوطی کی اس کتاب کا جواب بلادِ عرب کے تین بڑے غیر مقلد علما نے مل کر لکھا مگر وہ اس کے جواب سے عاجز ہے جس کا سب سے بڑا ثبوت ڈاکٹر صاحب کے خلاف ان کی دشنام طرازیاں اور ہرزہ سرائیاں ہیں۔

اس کتاب کے مطالعے کے بعد ہم قارئین کرام کو اس اہم حقیقت کی طرف متوجہ کرنا اپنا دینی و اخلاقی فرض سمجھتے ہیں کہ ہمارے مخالفین نے عالم عرب میں امام احمد رضا قادری اور ان سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کی تصویر اس طرح مسخ کر دی ہے کہ کچھ اہلِ علم اصل حقائق سے آگاہ کیے جانے کے باوجود انہیں تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ یہ وہ افسوس ناک صورتِ حال ہے جسے آپ اسی کتاب کے مقدمے میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

اس لیے جو لوگ خوش فہمی میں مبتلا ہو کر یہ بلند بانگ دعوے کرتے پھرتے ہیں کہ عالمِ عرب میں اعلیٰ حضرت کے نام کا ڈنکا بج رہا ہے وہ خبردار ہوں اور آفتابِ حقیقت پر کذب و افترا کی جو دبیز گرد ڈال دی گئی ہے اسے صاف کرنے کے لیے کوئی منظم اشاعتی لائحۂ عمل ترتیب دیں تاکہ ہر سو حقائق کا اجالا پھیلے اور کذب و افترا کا اندھیرا دور ہو۔ والله هو الموفق لكل خير. ☆☆☆

جماعت اہل سنت کا ترجمان۔ مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب
ملت اسلامیہ کا نمائندہ
ماہنامہ "**المشاهد**" (عربی)
عوام و خواص جماعت اہل سنت کے لیے انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ جماعت اہل سنت کا ترجمان، مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب اور ملت اسلامیہ کا نمائندہ عربی زبان کا واحد اور منفرد ماہنامہ "المشاہد" ماہ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ مطابق نومبر ۲۰۱۴ء سے منظر عام پر آکر مولانا انوار احمد بغدادی کی ادارت میں تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔
اس عظیم جماعتی، مسلکی اور مذہبی فریضہ کو استحکام و دوام بخشنے کے لیے "المشاہد" کی ٹیم شب و روز کوشاں ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ مالی اور اقتصادی تعاون دے کر ادارہ کے فروغ میں حصہ لیں۔
شکریہ - ادارہ **الداعی انوار احمد بغدادی**
پرنسپل دارالعلوم علیمیہ نسواں، جمدا شاہی، ضلع بستی، یوپی
پن نمبر ۲۷۲۰۰۲
ای میل almushahid2014@gmail.com
موبائل نمبر: 07800871187/08736095205

پیغامِ امروز

(۱)

آج کی اے قومِ مسلم تجھ کو یہ پیغام ہے
کام تیرا سب سے بہتر خدمتِ اسلام ہے
دین میں بعدِ فرائض جو بھی تیرا کام ہو
کاروبارِ زندگی میں خدمتِ اسلام ہو
خدمتِ دینِ متیں ہے خدمتِ علمِ شرع
اصل یہ ہے، باقی جتنے کام ہیں، وہ ہیں فرع
مسجدِ اہلِ عبادت جیسے بیتُ اللہ ہے
مدرسہ اسلامیہ بیتِ رسول اللہ ہے
ان سے اچھا گھر جہاں میں اور کوئی گھر نہیں
ان کے صدقے میں ہی مومن پائے گا خلدِ بریں
دونوں گھر کو ہر جگہ آباد رکھنا ہے تجھے
ان کی آبادی سے رب کو شاد رکھنا ہے تجھے
غیر قوموں کے دلوں میں یہ خیالِ خام ہے
تیرا پیمانہ ہے خالی تو شکستہ جام ہے
تو سُنا دے کلمۂ حق گردشِ ایّام کو
تو دکھا دے اپنا جلوہ کفرِ بد انجام کو
جب تیرے سینے میں حُبِّ مصطفیٰ ہے موجزن
پھر تجھے کیا خوفِ دنیا، کیا تجھے رنج و محن
عزم کے گھوڑے سمندر کی تہوں میں ڈال دے
کامیابی کے لیے تو بحر و بر کھنگال دے
جوہرِ قابل ہے تو اپنی حقیقت کو نہ بھول
بن گئے کوہِ گراں کتنے ہی تیرے آگے پھول
"اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ" کتنا صاف ہے اعلانِ حق
شرط یہ ہے تو رہے مومن یہ ہے فرمانِ حق

(۲)

خالدؔ و طارقؔ سا پیدا جذبۂ ایمان کر
کامرانی کا تو خود کو فاتحِ میدان کر
عزم وہمّت کے جواں گھوڑے کو تو مہمیز کر
کاروانِ زندگی کو مثلِ طوفاں تیز کر
"اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ" کی سرزمیں پہ پھیل جا
جس طرف جا، بن کے اہلِ دین کا سرخیل جا
عشقِ احمدؔ میں تو بن آئینۂ احمدؔ رضا
سامنے باطل کے ہو جا سایۂ احمدؔ رضا
اے مسلماں! آج تیرا رنگ ہے بدلا ہوا
طور ہے بدلا ہوا اور ڈھنگ ہے بدلا ہوا
تو جہالت کی غلط رنگت کا ہے مارا ہوا
نقل بازوں کی بُری سنگت کا ہے مارا ہوا
خود کو ماضی کے بزرگ اسلاف سے ہمرنگ کر
خود میں اسلامی روایت کا تو پیدا ڈھنگ کر
اپنی اصل شکل میں آ، تجھ میں ہے اسلامی خون
غیر قوموں کا نہ بن تو بگڑے منھ کا کارٹون
صاحبِ اسلام ہے تو، صاحبِ ایمان ہے
عالمِ ہستی میں تیری خاص اِک پہچان ہے
اس جہاں میں چند سالوں کا جو ہے مہمان تو
کاروبارِ زیست میں اپنی نہ کھو پہچان تو
باطلانِ دہر سے اُلفت کا رشتہ توڑ لے
کاروانِ اہلِ سنت، اہلِ حق سے جوڑ لے

(۳)

چہرہ مہرہ سے ترے ایسی ٹپکتی شان ہو
جو ہزاروں میں بھی مسلم سے تری پہچان ہو
بندگی میں سُنّتِ اسلام کا نہ خون کر
خود کو اپنی زندگی کو شوق سے مسنونؔ کر
چہرۂ فاسق میں نہ اسلام کی کچھ شان ہے
ہاں مگر منحوسیت کی خاص یہ پہچان ہے
عُرسؔ والے اولیا سے اُنس ہے تجھ کو مگر
اُن کے طرزِ زندگانی پر نہیں تیری نظر
آج تو اقوامِ عالم میں ذلیل و خوار ہے
اس لیے کہ اُسوۂ احمدؔ سے تو بے زار ہے
ربطِ ملّت کا بھی تجھ میں ہر طرف فُقدان ہے
جس سے ملّی کام کا نقصان ہی نقصان ہے
ایک ہو جا اور تو رسّی خدا کی تھام لے
ہاتھ میں اپنے لیے فتح و ظفر کا جام لے
کر توکُّل رزق کا بس حضرتِ رزّاق پر
خالقِ ارض و سما پر مرضیِ خلّاق پر
تیرا پیغامِ عمل تحسینؔ! دل کا سوز ہے
اہلِ ایماں کے لیے لیکن سبق آموز ہے
تیری یہ نظمِ مسلسل سلکِ مرواریدؔ ہے
طالبانِ علم و دیں میں قابلِ تائید ہے

تحسین عالم تحسینؔ رضوی بھاگل پوری

صدائے بازگشت

والدہ محترمہ کے وصال کی خبر سے سخت صدمہ پہنچا

مکرمی......................سلام مسنون

اپریل ۲۰۱۵ء کا اشرفیہ کل ۱۵/ مئی ۲۰۱۵ء کو موصول ہوا۔ اسی سے آپ کی والدہ محترمہ کے وصال کی غم انگیز خبر ملی۔ بڑی زبردست اذیتِ قلبی سے دو چار رہا۔ آپ کے غم کا احساس کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ مولائے کریم آپ کو صبر جمیل اور مرحومہ کو اعلیٰ علین میں جگہ مرحمت فرمائے۔

دیر سے اطلاع ملی لیکن قطعہ تاریخ وفات کہہ لیا ہے۔ میں ای-میل کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اگرچہ "لیپ ٹاپ" ہے مگر بڑی محنت کے بعد اتنا ہوا ہے کہ کھول لیتا ہوں اور دو چار لائن کی بورڈ میں کھوج کھوج کر کمپوز کر لیتا ہوں۔ بند کر لیتا ہوں مگر اس بارے میں کبھی کسی دوسرے کی مدد بھی لینی پڑتی ہے۔ نیٹ بھی اس لیے نہیں چلاتا کہ نہ تو فنکشن سمجھ میں آتے ہیں اور نہ انگلیاں چلتی ہیں۔ اس وقت کمزوری زیادہ ہے اس لیے کسی کیفے سے بھی ای-میل نہ کرا سکا۔ ہاتھ سے لکھ کر رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجنے کا ارادہ ہے۔ یہ میرے لیے آسان ہے۔ کسی سے بھی کرا لیتا ہوں۔ ڈاک خانے تک جانے والا کوئی نہ کوئی مل ہی جاتا ہے۔ سادہ ڈاک غیر محفوظ ہے۔ اس لیے جو بھیجتا ہوں رجسٹرڈ ڈاک سے۔

قطعہ تاریخ وفات
والدہ محترمہ مرحومہ حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی

ہو گئیں دنیا سے رخصت ایک خاتون بزرگ
ہر زباں پر ہے دعا، یارب! یہ ہوں جنت نشیں
جب دعا صابرؔ نے کی تو آئی یہ غیبی صدا
آمنہ خاتون ہیں قصرِ جناں میں بالیقیں

غمزدہ صابر سنبھلی عُفی عنہ

اگر آپ کا فون نمبر ہوتا تو ایس ایم ایس کر دیتا مگر وہ دستیاب نہ ہوا۔ فقط سلام

ماشاء اللہ مضامین اچھے ہیں

محترم مدیر اعلیٰ......................السلام علیکم رحمۃ اللہ

ماہنامہ "اشرفیہ" پڑھا۔ بہت پسند آیا۔ برجستہ اور برمحل عنوانات پر مضامین ماشاء اللہ اچھے لگے۔ سالانہ فیس اپریل کے آخری دہے میں ہی ارسال کی گئی ہے۔ پرچہ ہنوز دستیاب نہیں ہوا ہے۔

براہِ مہربانی مندرجہ ذیل پتے پر ہر ماہ ماہنامہ اشرفیہ بھیجوائیں گے۔

H.No.993-20/85 C/o Farooq Shaik Flour Mill Azadpur, Omer Colony, Gulbarga 585104

اللہ تعالیٰ اس ماہ نامہ کو طویل عمر عطا کرے

محترم مدیر اعلیٰ ماہنامہ اشرفیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے بفضل پروردگار بطفیل حضور احمد مختار ﷺ بخیر ہوں گے۔ اپنا محبوب رسالہ اشرفیہ تقریباً دو سال سے مسلسل مطالعہ میں ہے ویسے پورا رسالہ لائق ستائش اور عمیق ذخیرے کے مشمولات سے پُر رہتا ہے۔ لیکن میرا پسندیدہ صفحہ ہے فکر و نظر کے "بزم دانش" میں ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات اور صدائے بازگشت و اداریہ۔ پروردگار عالم سے دعا ہے کہ اس ماہنامہ کو طویل سے طویل عمر عطا کرے اور نظر بد سے محفوظ فرمائے۔ آمین

یہ مختصر ٹوٹا پھوٹا مضمون "تعطیل کلاں: طلبۂ مدراس کے لیے سنہرا موقع" سپرد قرطاس کر کے ارسال کر رہا ہوں قبول و شائع فرما کر خوشیاں عطا فرمائیں نوازش ہوگی۔ آپ کا کفش بردار

محمد زاہد علیمی رضا جامع مسجد مجلا پور، اکولہ مہاراشٹر

تعطیل کلاں: طلبۂ مدارس کے لیے سنہرا موقع

امت مسلمہ کی توقعات کا مرکز و محور دینی مدارس ہیں۔ ان مدارس و مکاتب نے جہاں عام مسلمانوں کی دینی تربیت کا سامان فراہم کیا ہے وہیں تعلیم و تربیت اور اصلاح و تبلیغ، تحفظ و دفاع اور فلاح بہود کے لیے لائق افراد بھی پیدا کیے ہیں۔ ان افراد نے مساجد خانقاہ، دینی مدرسوں، تنظیموں، اداروں اسٹیجوں اور دینی دعوتی و اشاعتی نیز سیاسی و سماجی پلیٹ فارم سے مسلم امہ کے ایمان و عقیدے کا تحفظ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مکاتب و مدارس ہمیشہ اغیار کے نشانے پر رہے ہیں خاص طور سے دنیا بھر میں یہود و نصاریٰ اور ہندوستان میں ہندتوا کے علمبردار آر ایس ایس و بجرنگ دل وغیرہ فرقہ پرستوں کی نگاہوں میں دینی مدارس کانٹے بنے ہوئے ہیں یہ لوگ آئے دن اس کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ لہذا عصر حاظر کے طالبان علوم نبویہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ دینی علوم کے عمیق سمندر سے اپنا

زیادہ سے زیادہ حصہ حاصل کریں۔ یہ مضمون جب آپ پڑھ رہے ہوں گے تو اس وقت مدارس اسلامیہ کی تعطیل کلاں کا آغاز ہو چکا ہو گا یا ہونے ہی والا ہو گا اس موقع کو غنیمت جانیں۔ لہو و لعب میں مصروف نہ رہیں بلکہ اس سنہرے موقع کا فائدہ اٹھا کر مطالعے کے ذریعہ اپنے علم کو مستحکم بنائیں تاکہ ان باطل قوتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کی باتوں کا جواب دیا جا سکے اور اسلام کا دفاع کیا جا سکے اس کے ساتھ ساتھ فرقہائے باطلہ کے شبہات و ایرادات سے واقفیت حاصل کر کے ان کی تحقیقی و الزامی جوابات تیار کریں خواہ وہ تحریر کی شکل میں ہو یا تقریر کی شکل میں تاکہ امت مسلمہ کے ایمان و عقیدے کے تحفظ کا فریضہ بھی انجام دیا جا سکے۔ ایک بات یاد رکھیے کہ حقیقی طالب علم ایک عزم، ایک ولولے اور ایک حوصلہ کا نام ہے۔ ایک امید، ایک ارادے کا نام ہے۔ ایک انقلاب کا نام ہے۔ بلند سوچ و فکر کا نام ہے اور قوموں کے عروج و زوال اور تہذیب و روایات کو نئی نسل تک منتقل کرنے کا نام ہے۔ اگر طالب علم کے اندر یہ خصوصیات نہیں ہیں تو اسے ان کا حامل بننا چاہیے ورنہ وہ آگے چل کر کوئی خاص کارنامہ انجام نہیں دے سکے گا کیوں کہ حالات کا رخ وہی بدل سکتے ہیں جو ان خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں۔ لہٰذا طالبان علوم نبویہ سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ پانی بن کر رہو جو خود راستہ بنا لیتا ہے اور پتھر بن کر نہ رہو جو راستہ روک لیتا ہے۔ بس سعی جمیل آپ کریں راہ ہدایت خدائے تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

از: محمد زاہد علیمی

خطیب و امام رضا جامع مسجد مجلا پور ضلع اکولہ مہاراشٹر

مدارس، صاحبانِ مدارس اور طلبۂ مدارس

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ ہر دور میں اپنے اور غیر سب نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ مدارس اسلامیہ نے انسانی معاشرہ میں ہر ممکنہ اصلاح پسند تحریکیں چلا کر عامۃ الناس کو چین و سکون کی دولت عطا فرمائی ہے، صرف کچھ صاحبانِ مدارس یا بانیان مدارس جو نا کے برابر ہیں کی بدنظمی اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے دور حاضر میں مدارس دم توڑتے ہوئے نظر آرہے ہیں، جن وجوہات کی بنیاد پر مدارس کا تعلیمی اور انقلابی حسن مدھم پڑنے لگا ہے اگر اہل مدارس اسلاف کی طرح مجلس مشاورت کی اہمیت کو تسلیم کر لیں اور اکابر علما و ماہرین سے رابطہ کیا کریں تو حسن سابق کی واپسی یقینی ہے، اس لیے آج بھی عوام کی اکثریت فارغین مدارس سے یہ توقع رکھتی ہے کہ وہ عوام کو عوامی سطح کی زبان و ادب میں نئے اصطلاحات میں افہام و تفہیم کا راستہ ہموار کریں گے، جب کہ آج کے فارغین میں یہ کمی شدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ وہ عوام کو اپنی بات منوانے میں ناکام ہیں، ایک صاحب نے ایک ہفتہ پہلے دوران گفتگو بتایا کہ وہ پیشہ سے تاجر ہیں، ان کو کچھ مسائل تجارت اور وراثت کے متعلق جاننے تھے مگر چھ دنوں کی لمبی مدت کے بعد کسی ماہر عالم دین سے ملاقات کرنے کا وقت ملا اور ملنے کی سعادت نصیب ہوئی، کیونکہ شہر میں موجود ائمہ ان کو سمجھانے سے قاصر رہے، اس طرح کے درجنوں واقعات ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ جدید فارغین علما کو دور حاضر کے مصطلحات سے مکمل واقفیت نہیں ہوتی۔ صاحبان مدارس کو چاہیے کہ اپنے نصاب میں ان مصطلحات کی گنجائش پر غور کریں اور نصاب میں ضرور شامل کریں، نصاب مدارس میں مذہبی امور پر بھی غور و خوض کی ضرورت ہے، الغرض صاحبان مدارس کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے مدارس میں ایسا نصاب رائج کرے جس سے مقصد میں ناکامی نہ ہو، اسلئے یہ ضروری ہے کہ مکاتب، مدارس اور جامعات کے تعلیمی نظام کا از سر نو جائزہ لیا جائے اور صاحبان مدارس اس کے ذمہ دار ہیں، وہ اپنے ماتحت درس و تدریس کا کام انجام دینے والوں پر سخت تاکید کے ساتھ ساتھ ماہرین کو ان امور کی طرف توجہ مرکوز کرنے کہیں اور عہدوں پر فائز اساتذہ کو اچھی ہدایات جاری کریں، بصورت دیگر سست کاہل افراد کو برخواست کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جو بچے مدرسہ یا دار العلوم میں پڑھتے ہیں انہیں یہ سمجھایا جائے کہ وہ مدرسہ میں صرف رسمی طور پر نہ رہیں بلکہ یہ سوچیں کہ مدرسہ میں وہی بچہ رہتا اور پڑھتا ہے جسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہوتی ہے، جسے توفیق نہیں ہوتی انہیں کہاں سے یہ مقام حاصل ہو گا، دینی تعلیم کے مقام کا کیا کہنا کہ یہ وہ تعلیم ہے جسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا۔ علم دین سیکھنے والوں کو خوش رہنا چاہیے اور احساس کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہیے، علم دین سے جہاں اہل علم میں شمار کیے جائیں گے وہیں فقیہ اور محدث کے مقام پر بھی فائز ہونے کے امکان ہوتے ہیں جو قابل قدر ہی نہیں تقرب الی اللہ کے ذرائع ہیں۔

از: محمد اختر علی واجد القادری، جامعہ اسلامیہ یتیم خانہ، ممبئی

خیر و خبر

عرس چہلم
حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی
محمد حفیظ اللہ قادری مصباحی علیہ الرحمہ

بتاریخ ۲۸/ اپریل ۲۰۱۵ء مطابق ۸/ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ بروز منگل حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد حفیظ اللہ قادری سابق شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ احسن المدارس جدید و مفتی اعظم کان پور علیہ الرحمۃ والرضوان کا عرس چہلم بڑے ہی تزک واحتشام اور عقیدت کے ساتھ محلہ امجد نگر پوسٹ گھوسی ضلع مئو میں حسب ذیل پروگرام کے تحت منایا گیا۔ بعد نماز فجر قرآن خوانی ہوئی اور بعد نماز عصر مزار شریف پر چادر و گل پوشی کی رسم ادا گی نیز بعد نماز عشا جلسۂ عام کا اہتمام کیا گیا۔ مقتدر علمائے کرام اور شعرائے عظام نے مفتی اعظم کان پور کی سیرت و شخصیت پہ روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عالم دین کا وجود مسلم معاشرہ میں حرارت ایمانی پیدا کرتا ہے۔

جلسہ کا آغاز حضرت حافظ و قاری مقبول اشرف قادری صاحب قبلہ استاذ جامعہ شمس العلوم گھوسی کی تلاوت کلام ربانی سے ہوا پھر جناب عامر سہیل نے مفتی اعظم کان پور کی لکھی ہوئے نعت پاک کو پیش کیا۔ ڈاکٹر ندیم اشرف نے کل نفس ذائقہ الموت کے حوالے سے مختصر مگر جامع اور پر مغز خطاب فرمایا پھر نقیب اہل سنت نے منقبت پیش کرنے کے لیے عالی جناب قاری امیر اعظم کو سامعین کے حوالے کیا قاری امیر اعظم نے بارگاہ مفتی اعظم کان پور میں منقبت کے یہ چند اشعار پیش کیے۔

دیپ جو علم و فن کا جلا کے گئے
زندگی کا جو حق تھا ادا کر گئے
بارشِ نور ہوگی لحد پر سدا
ذکرِ معبود میں جاں فنا کر گئے
اے ندیمؔ عشق آنکھوں میں آئے نہ کیوں
آہ امجد نگر کو رلا کر گئے

مفکر اسلام ادیب شہیر حضرت علامہ الحاج ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی شیخ الحدیث دارالعلوم اہل سنت شمس العلوم گھوسی ضلع مئو تشریف لائے اور اظہار خیال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت سے ہمیں اکتساب فیض کا موقع تو نہیں ملا مگر جب بھی ملا تو بڑی ہی بزم اور مفصل گفتگو کی وہ ہمیشہ متبسم رہا کرتے تھے آپ نے پوری زندگی مدرسہ احسن المدارس جدید کان پور میں درس و تدریس میں گذاری اپنی تنخواہ کا بھی کچھ حصہ مدرسہ ہی میں خرچ کر دیتے تھے۔ نہایت ہی پریشانی اور تنگ دستی کے عالم میں بھی اپنے بچوں کو لکھایا پڑھایا اور عالم دین و ڈاکٹر بنایا۔

جناب محمد احمد ادروی کے بعد نقیب اہل سنت نے استاذ الاساتذہ پیر طریقت حضرت علامہ الحاج قمر الدین قمر اشرفی شیخ الحدیث دارالعلوم غوثیہ فیضیہ حضور یہ سریاں شریف کو خطابت کے لیے انتہائی عزت و احترام سے مدعو کیا حضرت نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ مفتی حفیظ اللہ صاحب میرے رفیق درس تھے بہت ہی سیدھے سادے انسان تھے۔ انتہائی سادہ لباس پہنتے تھے۔ یہ دنیا کی زندگی فانی ہے اور ابدی زندگی مرنے کے بعد نصیب ہوگی۔ انہوں نے فرمایا کہ زمین کا وہ حصہ موت کے بعد ماتم کرتا ہے جہاں اللہ کا بندہ سجدہ و تلاوت اور عبادت کرتا ہے۔ میں جب مفتی صاحب کا غسل دے رہا تھا تو ان کا چہرہ ہشاش بشاش نظر آرہا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ ہنس رہے ہوں اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ جانے والے نے بڑی پاکیزہ زندگی گزاری ہے۔

پھر نقیب اہل سنت نے خطاب کے لیے خطیب اہل سنت حضرت علامہ الحاج فیض الحق صاحب صدر المدرسین مدرسہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ کو پیش کیا حضرت نے مفتی اعظم کان پور کی سیرت پہ روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مفتی حفیظ اللہ اخلاص کے پیکر تھے، جید عالم دین فقیہ اور پیر تھے نام و نمود سے بے پرواہ ہو کر دین کی خدمت کرتے رہے ریاکاری سے کوسوں دور رہے۔

گیارہ بج کر پینتیس منٹ پر قل شریف کی نورانی رسم ادا کی گئی قل شریف کے بعد حضرت علامہ الحاج مفتی محمد مظفر الدیل صاحب قبلہ سحر اعظمی شیخ الحدیث مدینۃ العلوم جلالی پورہ بنارس منبر وعظ پہ تشریف لائے مفتی اعظم کان پور کی شان میں منقبت پیش کیا اور فرمایا کہ آپ عالم ربانی، مفتی، فقیہ اور بے مثال مدرس کے ساتھ ساتھ زبردست شاعر بھی تھے اردو فارسی اور عربی زبان میں اشعار کہتے تھے۔

بعدہ شہزادۂ صدر الشریعہ تاجدار خطابت حضرت علامہ الحاج

فداء المصطفیٰ قادری مسند خطابت پہ جلوہ بار ہوئے اور آپ نے اظہار خیالات فرماتے ہوئے فرمایا کہ مفتی حفیظ اللہ صاحب علماے گھوسی کی ایک اہم کڑی تھے۔

پھر آپ کے بعد نقیب اجلاس نے منقبت کے لیے بلبل باغ مدینہ عالیجناب معین الدین گھوسوی کو پیش کیا عالیجناب معین الدین گھوسوی نے بڑے ہی دلکش انداز میں منقبت مفتی اعظم کان پور کی شان میں پیش کیا جو نتیجہ فکر ہے عالیجناب ڈاکٹر انجم صاحب کی۔

دل کا سکون آنکھ کا منظر چلا گیا
یہ کون آکے ہم سے بچھڑ کر چلا گیا
امجد نگر کے صحن چمن میں کھلا تھا جو
بکھرا کے رنگ و بو وہ گل تر چلا گیا
تھی جس سے خوشگوار فضا کان پور کی
وہ مفتی عظیم وہ رہبر چلا گیا
آخر میں اپنے دل کو سنبھالوں تو کس طرح
انجم وفا خلوص کا پیکر چلا گیا

معین الدین گھوسوی کے بعد نقیب اہل سنت نے شہزادۂ صدر الشریعہ محدث کبیر حضرت علامہ الحاج مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری کو خطاب کے لیے مدعو کیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت علامہ مفتی محمد حفیظ اللہ قادری میرے رفقاے درس میں ہیں ایک ساتھ وقت گذارے ہیں دوران تعلیم آپ میں لڑنے جھگڑنے کی کوئی شکایت نہیں تھی ہمیشہ ہنستے اور مسکراتے رہتے تھے آپ خاموش طبع عالم تھے۔ بڑی خوبیوں کے جامع تھے۔ تقریر کم کرتے تھے مگر کرتے تو عالمانہ کرتے تھے مہمانوں کی خاطر مدارات بہت ہی دل جمعی کے ساتھ کرتے تھے آپ کے بڑی بھائی علامہ سمیع اللہ امجدی علیہ الرحمہ جب صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے مرید ہوئے تو محلہ ریڈیہ کا نام امجد نگر رکھا اور اب اسی نام سے مشہور ہے علامہ سمیع اللہ علیہ الرحمہ سے میرے بہت ہی گہرے مراسم تھے۔

محدث کبیر کے خطاب کے بعد صلوٰۃ و سلام ہوا اور محدث کبیر کی دعاؤں کے ساتھ ایک بج کر ۱۵ منٹ پر شب میں عرس پاک کی تمام تقریبات ختم ہوئیں۔

از: الحاج ڈاکٹر ملیح اصغر اعظمی، اعظمی کلینک، گھوسی مئو، یو۔پی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں دوسری سالانہ "تعلیم اسلام کانفرنس"

انعقاد: علی گڑھ ۲۷؍ مئی ۲۰۱۵ء۔

علم بے مقصد ہو تو قوم کا عروج بے معنی ہوا کرتا ہے۔ علم چاہے دینی ہو یا دنیوی قوم کے مفادات اور اللہ و رسول کی رضا کے لیے اس کا صحیح استعمال ہونا چاہیے۔

حاجی سراج الہدیٰ کے بڑے پوتے و حاجی فیض الحسن کے لڑکے محمد اظہر نور اعظمی نے گزشتہ دو سالوں سے لگاتار سنیت کے فروغ کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں "تعلیم اسلام کانفرنس" کا انعقاد تن تنہا کرا کر یہ ثابت کر دیا کہ دین و سنت کے فروغ کے لیے تعلیم اور عمر کا تعیّن نہیں۔

امسال ہوئی تعلیم اسلام کانفرنس ۲۰۱۵ء کی سرپرستی گل گلزار طریقت حضرت پیر پروفیسر سید محمد امین میاں برکاتی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ، صدارت شہزادۂ حضور عزیز ملت حضرت مولانا نعیم الدین عزیزی الجامعۃ الاشرفیہ عربی یونیورسٹی مبارک پور، قیادت سید محمد احمد مدرسہ فیضان مصطفےٰ زہرہ باغ و نظامت کے فرائض مولانا قیصر اعظمی نے بحسن و خوبی انجام دیے۔

اس موقع پر عوام الناس سے خطاب کرتے ہوئے نوجوان عالم ڈاکٹر طارق انور بھاگل پوری نے رسول اللہ ﷺ کی مدنی و مکی زندگی پر مفصّل روشنی ڈالی اور تعلیمات اسلام کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ صبر و قناعت کے شعار کو اپنایا، کبھی کسی کو ذہنی یا جسمانی اذیت و سزا نہیں دی، برے بڑے گناہ گار و خطاکار کو معافی عطا کی، جس کا نتیجہ بھی بڑا ایمان افروز برآمد ہوا۔ جو آپ کو جان کر پریشان کیا کرتے تھے رسول اعظم نے ان پر بھی نگاہ محبت اور کرم فرمایا۔ جس سے متاثر ہو کر لوگ حدود اسلام میں داخل ہوئے۔

نعیم ملت حضرت مولانا نعیم الدین عزیزی مبارک پوری نے بھی اپنے خوبصورت لب و لہجہ میں بڑی پُر مغز و جامع تقریر فرمائی جس سے موجود طلبہ و طالبات خوب مستفیض ہوئے۔

اس موقع پر مولانا غلام ربانی ابراہیم پوری، مکیش رام پوری، و شمس تبریز ممبئی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گلدستہ نعت پیش کیا۔

آخر میں چیف کنوینر محمد اظہر نور اعظمی کے شکریہ نامہ و نعیم ملت حضرت مولانا نعیم الدین عزیزی کی دعا اور صلوٰۃ و سلام کے بعد دیر رات کانفرنس آئندہ سال کے لیے ملتوی کی گئی۔

اس موقع پر بے شمار طلبہ و طالبات سمیت اے ایم یو کے

اساتذۂ کرام و متعدّد مساجد کے ائمہ حضرات موجود تھے۔
حافظ عمران مصباحی، سرسید ھا، اے ایم یو

تحریک پیغام اسلام کے تحت "امام اعظم ابو حنیفہ کانفرنس"

جمشید پور (۲۱ر مئی) امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب سے اہم کارنامہ فقہ اسلامی کی تدوین ہے، ہجرت نبوی کے تقریبًا ایک سوتیس سال گزر جانے کے باوجود اسلامی فقہ مدوّن نہیں ہوئی تھی، ضرورت اس امر کی تھی کہ مصادر شرعیہ کی روشنی میں مسائل کا ایسا جامع دستور تیار کیا جائے جس میں حالات کی نزاکتوں کو سامنے رکھا گیا ہو اور وہ آئین مکمل اسلامی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو۔ وقت کی اس اہم دینی ضرورت کی طرف سب سے پہلے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے توجہ دی۔ ۱۳۲ھ میں چالیس افراد پر مشتمل باضابطہ ایک شورائی مجلس قانون ساز فراہم کی، یہ سارے ارکان علوم و فنون کے امام اور صاحب اجتہاد بزرگ تھے۔ امام اعظم نے مصادر شرعیہ پر کامل عبور اجتہادی بصیرت اور قانون کی باریک بینی کے باوجود تدوین فقہ اپنے ذاتی علم پر نہ رکھا، بلکہ شاگردوں کی ایک جماعت کے ساتھ یہ اہم کام انجام دیا۔ یہ ایک عظیم فقہی تحریک تھی جسے امام اعظم کی انقلابی شخصیت نے برپا کیا۔ حضرت مولانا سید نورالدین اصدق مصباحی ایڈیٹر جام شہود بہار شریف نے اپنے افتتاحی خطاب میں ان خیالات کا اظہار کیا۔ ۲ر شعبان ۱۴۳۶ھ بمطابق ۲۱ر مئی ۲۰۱۵ء کو حضرت نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امام اعظم ابو حنیفہ) کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے ان کے یوم وصال کے موقع پر تحریک پیغام اسلام نے ایک عظیم الشان کانفرنس کا انعقاد کیا۔

جمشید پور شہر کے سنٹر میں قائم خوب صورت ایئر کنڈیشنڈ ہال "مائکل جون اڈیٹوریم" بسٹور پور میں نماز مغرب کے بعد پروگرام کا آغاز قاری محمد صابر حسین رضوی اشرفی کی تلاوت قرآن کریم مع ترجمہ مولانا محمد احسان الحق مصباحی اصدقی سے ہوا۔ حمد و نعت کا نذرانہ حافظ غلام زرقانی اصدقی نے پیش کیا۔ اس کانفرنس میں ایک بزرگ عالم دین، نمونۂ سلف حضرت مولانا و مفتی ظل الرحمٰن قادری شیخ الحدیث دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام کو ان کے درس و افتا میں جلیل القدر خدمات اور دین و سنیت کی خاموش اور سنجیدہ تبلیغ کے لیے تحریک پیغام اسلام نے "امام اعظم ابو حنیفہ ایوارڈ" پیش کیا۔ حضرت نے ایوارڈ کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اپنے دعائیہ اور ناصحانہ کلمات سے بھی نوازا۔ تحریک پیغام اسلام کے بانی و ڈائریکٹر مفکر اسلام حضرت مولانا سید شاہ سیف الدین اصدق چشتی قیادت کے ساتھ خود نظامت کی ذمہ داری بھی احسن انداز میں ادا کر رہے تھے۔ آپ نے اخیر میں اپنے مہمان خصوصی معروف اسلامی اسکالر اور خطیب ماہر تاریخ تصوف ڈاکٹر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی سجادہ نشین خانقاہ منعمیہ ابو العلائیہ پٹنہ کو پیش کیا۔ حضرت نے اپنے مقررہ موضوع "اسلام، اسلاف اور نئی نسل کے بھٹکتے قدم" پر انتہائی بصیرت افروز، علمی اور فکری گفتگو کی اور نئی نسل کو اسلام اور اسلاف کی راہ مستقیم بتائی۔ آپ نے "صراط الذین انعمت علیھم" کی روشنی میں فرمایا کہ یہ کتنا بڑا المیہ اور منافقت ہے کہ بندہ نماز میں تو یہ پڑھے اور اس سے باہر ہوتے ہی جھٹ کہہ دے کہ ہمیں صرف قرآن و سنت چاہیے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن و سنت نہ بغیر اسلاف کے ہم تک پہنچا ہے اور نہ ہی ان کے بغیر ہمیں اس کی صحیح معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر شمیم منعمی نے بڑے خوب صورت انداز میں فرمایا کہ ہندوستان تو چشتیوں کی جاگیر ہے اور چشتیوں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم سے حضرت خواجہ شاہ قیام اصدق تک سے سارے چشتی بزرگ حنفی المذہب ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ اس پورے خطۂ برصغیر میں حنفیت کا غلغلہ ہے۔ ایک قادری شخص حنبلی المذہب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کا مرید ہو کر بھی ہندوستانی و پاکستانی ہونے کی وجہ سے امام اعظم ابو حنیفہ کا مقلد ہوتا ہے۔
پروگرام ٹھیک ساڑھے نو بجے شب جب کہ عام جلسے شروع بھی نہیں کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ اس کانفرنس میں شہر کے علما، ائمہ، پروفیسرز، ٹیچرز دانشوران اور اسکول و کالج کے طلبا نے کثیر تعداد میں شرکت کی پروگرام کی نوعیت و کیفیت کو سراہا اور اسے وقت کی ضرورت قرار دیا۔ شرکاے اجلاس میں مولانا صلاح الدین نظامی، مفتی شاہد رضا مصباحی، مولانا قاری فرید الدین سیوانی، قاری اسلم ربانی ضیائی، مولانا محمد انتخاب رضا مصباحی، مولانا امتیاز احمد مصباحی، مفتی امام الدین مصباحی، مولانا محمد منظر محسن نعیمی، قاضی مشتاق احمد قادری، حضرت مولانا مبشر الاسلام نوری، الحاج مختار صفی عرف مسٹر بھائی، حافظ اسرار احمد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

از: شاداب خان اصدقی: تحریک پیغام اسلام جمشید پور

آل راجستھان سنی تعلیمی کانفرنس۔ باسنی، ناگور شریف

آل رجستھان سنی تبلیغی جماعت باسنی، ناگور (راجستھان)

ہر تین سال پر ایک تعلیمی کانفرنس منعقد کرتی ہے۔جس میں شاخ ہائے جماعت کے عزیز طلبہ وطالبات کے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں اور علماومشائخ کے خطابات و تاثرات ہوتے ہیں۔ ۱۸۔ ۱۹ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۶۔۷ جون ۲۰۱۵ء کو آل راجستھان دسویں سہ سالہ دوروزہ سنی تعلیمی کانفرنس جانشین مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی شیر محمد خاں رضوی شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم اسحاقیہ جودھپور کی صدارت میں انعقاد پذیر ہوئی۔جس میں جماعت کی دینی وتبلیغی خدمات کو پیش کرتے ہوئے ان ۲۰ محنتی معلّمین کو خصوصی انعام سے نوازا گیا جنہوں نے تعلیم و تدریس اور تبلیغ دین میں خوب جدوجہد فرماکر جہالت کو مٹانے میں اچھا کردار پیش کیا۔اور ۱۸۰ کے قریب ان حضرات کو شال اور کتاب پیش کی گئی جنہوں دیہات وقصبات میں مسجد ومدرسہ کے لیے زمینیں وقف کرکے فروغ دین وسنیت میں جماعت کا بھرپور تعاون کیا۔یہ جماعت الحمدللہ ۳۸/ سال سے اشاعت دین و سنیت میں مصروف عمل ہے جس کا مقصد اول چھوٹے چھوٹے دیہات میں مدارس ومساجد کا قیام عمل میں لاکر جہالت وبدمذہبیت خاتمہ کرکے کم پڑھے لکھے لوگوں کے ایمان وعقیدہ کا تحفظ کرنا ہے، جو اپنے اس مشن وتحریک میں اکابر علماوسادات کی دعا سے کامیابی کے ساتھ شاہ راہ ترقی پر گامزن ہے۔آج تک جماعت کے زیرتعاون ونگرانی چلنے والے مدارس ومکاتب کی تعداد ۵۲۰/ ہوچکی ہے جن کے اندر ایک اندازے کے مطابق ۳۵ ہزار طلبہ و طالبات دینی علوم سے آراستہ ہورہے ہیں۔دسویں کانفرنس میں راجستھان بھر سے علماومشائخ نے شرکت فرماکر حوصلہ افزا کلمات و تاثرات سے اراکین جماعت کی دعوتی وتبلیغی خدمات کو سراہاتے ہوئے عوام اہل سنت کو تعلیمی وتبلیغی میدان میں آگے بڑھنے کی تاکید کی اور کہا ایمان وعقیدہ کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ علم دین حاصل کیا جائے اور جماعت کی شاخوں میں بچوں کو زیادہ سے زیادہ بھیج کر سنیت کو فروغ دیا جائے“۔پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی بانی جماعت ہذا اور حضور مفتی اعظم راجستھان حضرت علامہ مفتی محمد اشفاق حسین صاحب قبلہ نعیمی علیہ الرحمۃ کو لمحہ بہ لمحہ یاد کرتے ہوئے سربراہ جماعت مفتی اعظم باسنی حضرت علامہ مفتی ولی محمد رضوی نے کہا: آج ہماری یہ کانفرنس پاسبان ملت اور حضور مفتی اعظم راجستھان علیہ الرحمۃ کی ظاہری سرپرستی سے ضرور خالی ہے مگر ان کی روحانی سرپرستی اس جماعت کو انشاء اللہ ہمیشہ حاصل رہے گی، مفتی صاحب قبلہ جماعت کی ہر کانفرنس میں تشریف لاکر ہماری حوصلہ افزائی فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے تھے“۔

باسنی، ناگور، کھاری کے علاوہ راجستھان بھر سے ان علماوخطبا نے دسویں کانفرنس میں شرکت فرمائی۔جانشین مفتی اعظم راجستھان علامہ مفتی شیر محمد خاں رضوی، مولانا فیاض احمد رضوی، مولانا ادریس رضا اشفاقی (جودھپور)، مولانا سید ظہور علی اشرفی بانی جامعہ ہاشمیہ (سجان گڈھ) مولانا سید نوراللہ شاہ بخاری بانی انوار مصطفی (سہلاؤ شریف) مولانا حفیظ الرحمٰن، بانی دارالعلوم فیضان سلطان الہند (بھیلواڑہ) مولانا محمد الف، سید نعمت اللہ (سوجا شریف) مولانا مفتی محمد اسحٰق اشفاقی بانی برکات اشفاق (میوات) مولانا انوار احمد نعیمی (اجمیر شریف) مولانا قاری ابو الفتح (ہنومان گڈھ) سید بختیار احمد نوری (جے پور) حافظ وقاری عبدالوحید رضوی بانی جامعہ فیضان اشفاق (ناگور شریف) مولانا محمد حنیف رضوی اشفاقی مع وفد سنی تبلیغی جماعت (شیرانی آباد) مولانا سید ایوب علی اشرفی (لاڈنوں) حافظ وقاری منیر احمد دارالعلوم سلیمانیہ رحمانیہ (بیکانیر) مولانا محمد ایوب قادری (کھارچی) قاری آفتاب عالم مع وفد سنی تبلیغی جماعت (گوٹن) مولانا قاری علی حسن مع وفد سنی تبلیغی جماعت (پیپاڑ سیٹی) مبلغ یسین بھائی مع وفد جماعت (پالی) مولانا قاری نور محمد صدر جماعت رضائے مصطفیٰ (جیسلمیر) مولانا عبدالرشید اشفاقی (ڈیڈوانہ) مولانا محمد سلیم (بالوترہ) وغیرہم۔

آخر میں راقم کی دو کتابوں (امام احمد رضا پر الزام تشدد کا تنقیدی جائزہ۔مکتوبات امام ربانی پر امام احمد رضا کے ایمان افروز تبصرے) کی رسم اجرا جانشین مفتی اعظم راجستھان کے ہاتھوں عمل میں آئی، اور رات ۲ بجے صلوٰۃ وسلام ودعا پر تعلیمی کانفرنس اختتام پذیر ہوئی حضرت سربراہ اعلیٰ نے معزز علماومعاونین ورضاکار حضرات کے اسما پیش کرتے ہوئے ہدیہ تشکر پیش کیا، سکریٹری رپورٹ حضرت مفتی عبدالقادر رضوی اشفاقی نے پیش کی جب کہ ہرسہ اجلاس کی نظامت خطیب مارواڑ حضرت مولانا ابوبکر نے فرمائی۔

از:۔ محمد اسلم رضا قادری اشفاقی، رکن جماعت ہذا۔